رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے

عامہ ناس علی ضرب تشبیہا بادی + نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد مبادی + لہٰذا اتباعاً للنص المذکور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد | بابت ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ | نمبر

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادہ و مذکر ست ہر مجلس

نادی را و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی + بصورت رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و تیسیر الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی + بادارت محمد عثمان عامی + در شہر اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بہ نرخ [illegible] میگردد

لہ ہذا التقسیم العام ماخوذ من الحدیث [illegible] ۱۳۴۶

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذی الحجہ ۱۳۴۶ سنہ ہجری

جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اِطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ سے یہ رسالہ بعد ٹائیٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے۔ (ﮦﮦ)

(۴) سوائے ان صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں سالانہ وی پی بھیجا جاتا ہے اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور ڈھائی روپیہ کا وی۔ پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتداء سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم وسوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر ہر ایک کی قیمت فی جلد تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک۔

راقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

تو انھوں نے حضرت اُبی سے (شکایتاً) کہا کہ میں نے آپ سے اسوقت ایک بات دریافت کی تھی۔ آپ نے جواب کیوں نہیں دیا؟ کہنے لگے آج تم نے ہمارے ساتھ جمعہ ہی نہیں پڑھا انھوں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے کہ حضورؐ تو خطبہ پڑھ رہے تھے اور تم باتیں کرتے تھے (یہ سنکر) عبد اللہ بن مسعود کھڑے ہوگئے اور اسیوقت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اس قصہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اُبی سچ کہتے ہیں ان کا کہنا مانو۔

اسکو ابو یعلے نے بسند جید اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کیا تھوڑی بیہودہ اور بیکار حرکت ہے کہ تم امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے پاس بیٹھنے والے شخص کو کہو "خاموش" اسکو طبرانی نے بسند صحیح موقوفاً روایت کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کیا اور اگر گھر میں خوشبو ہوئی تو وہ بھی لگائی اور جو اچھے کپڑے میسر تھے وہ پہنے (اور مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے گیا) اور نمازیوں کی گردنیں نہ پھلانگیں اور خطبہ کے وقت بے فائدہ باتیں نہ کیں تو

۲۵

یہ اسکے لئے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا اور جس نے باتیں بھی کیں اور لوگوں کی گردنیں بھی پھلانگیں تو اسکا یہ جمعہ (جمعہ نہ رہے گا بلکہ) ظہر ہو جائے گا اور جمعہ کے ثواب سے محروم رہے گا۔

اسکو ابو داؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بروایت عمرو بن شعیب عن عبد اللہ بن عمرو روایت کیا نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بروایت ابو ہریرہ پہلے کی طرح روایت کیا اور یہ پہلے گذر ہی چکی ہے۔

نیز حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز میں تین قسم کے آدمی آتے ہیں۔ ایک تو وہ شخص کہ جو آتا ہے اور (خطبہ کے وقت) بیہودہ گوئی کرتا رہتا ہے اسکے حصہ میں تو بس یہ باتیں ہی آتی ہیں (اور جمعہ کا ثواب وغیرہ کچھ نہیں ملتا) دوسرا وہ شخص کہ جس نے آکر (اچھی طرح نماز ادا کی اور پھر) دعا مانگی۔ تو اسنے (اپنا فرض ادا کر کے) اللہ سے دعا کی ہے اگر چاہیں قبول کریں اور دیدیں اور اگر چاہیں نامنظور کر دیں اور

نویں تیسرا وہ شخص ہے کہ جو خاموشی کے ساتھ آیا اور کسی مسلمان بھائی کو تکلیف نہ دی گردنیں نہ پھلانگیں تو یہ جمعہ اس جمعہ سے آیندہ جمعہ تک اور تین دن اور زائد تک کے گناہوں کے سے کفارہ ہو جاویگا کیونکہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسکو دس گنا ثواب ملتا ہے۔

اسکو ابو داؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

اس سے پہلے حضرت علیؓ کی روایت میں آچکا ہے کہ جو شخص امام سے قریب ہو کر بیٹھا۔ اور خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا رہا اور کوئی بیکار کام نہ کیا تو اسکو دو حصے اجر کے ملینگے الحدیث۔

بغیر عذر نماز جمعہ چھوڑنے پر ترہیب

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلا عذر نماز جمعہ چھوڑنے والے کے بارے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ایک شخص کو کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود جاکر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو بلا عذر جمعہ چھوڑتے ہیں۔

اسکو مسلم اور حاکم نے علی شرط الشیخین روایت کیا۔

حضرت ابو سعید کی حدیث باب الطعام میں پہلے گذر چکی ہے اسکے اندر آیا ہے کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اسکو جمعہ کے لیے سعی کرنی چاہیے اور جو شخص کھیل کود یا کاروبار میں لگ کر جمعہ سے بیخبر ہو گیا تو اللہ پاک اس سے بے خبر اور مستغنی ہو جائینگے اور اللہ پاک تو تمام عالم سے بے نیاز اور قابل ستایش ہیں۔

اسکو طبرانی نے روایت کیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ اپنے اس منبر پر کھڑے ہوئے فرما رہے تھے کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ تو اللہ پاک انکے دلوں پر مہریں لگا دینگے اور پھر وہ غافلین میں سے ہو جاوینگے (اور برکات جمعہ سے محروم ہو کر مستحق عذاب ہونگے)

اسکو مسلم ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا۔ نیز ابن خزیمہ نے بلفظ ترکھم بروایت ابو ہریرہؓ

اور ابو سعید خدری روایت کیا۔

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے ہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے سستی سے تین جمعے چھوڑ دیے اللہ پاک اسکے دل پر مُہر لگا دے گا۔

اسکو امام احمد ابوداؤد نسائی نے اور ترمذی نے تحسین کے ساتھ اور ابن حبانؒ ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا اور حاکم نے روایت کرکے علی شرط المسلم تصحیح کی۔ اور ابن حبانؒ ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے تین جمعے چھوڑ دے وہ منافق ہے اور ایک روایت کو رزین نے ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ ایسا شخص اللہ کی امان سے نکل گیا مگر یہ روایت اصول میں نہیں ہے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تین مرتبہ بغیر ضرورت جمعہ چھوڑ دے اللہ پاک اسکے دل پر مُہر لگا دینگے۔

اسکو امام احمد نے باسناد حسن روایت کیا نیز حاکم نے روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بغیر عذر کے تین جمعے چھوڑ دئے وہ منافقین میں سے لکھا جائے گا۔

اسکو طبرانی نے کبیر میں بروایت جابر جعفی نقل کیا اسکے اور شواہد بھی ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ باز آجائیں کہ جو جمعہ کی اذان سنتے ہیں اور پھر نماز کو نہیں آتے ورنہ تو اللہ پاک انکے دلوں پر مہریں لگا دینگے اور پھر وہ غافلین میں سے ہو جائینگے۔

اسکو طبرانی نے کبیر میں باسناد حسن روایت کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خبردار کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص تم میں سے ایک دو میل پر بکریوں کا ریوڑ جمع کرے اور چارہ کی تنگی کی وجہ سے خود بھی وہیں جنگل میں چلا جاوے اور پھر جمعہ آئے اور وہ شریک نہ ہو اور پھر جمعہ آئے اور وہ شریک نہ ہو حتیٰ کہ اللہ پاک اسکے دل پر مہر لگا دے اور وہ غافل ہو جاوے

اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص (کسی کام کی ضرورت سے) مدینہ سے ایک میل کی مسافت پر ہو اور جمعہ میں نہ آئے پھر دوبارہ فرمایا دیکھو! کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہو اور جمعہ میں نہ آئے پھر سہ بارہ فرمایا خبردار! کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہو اور جمعہ میں نہ آئے حتی کہ اسکے قلب پر اللہ پاک مہر لگادیں۔

اسکو ابو یعلے نے باسناد لین روایت کیا۔ نیز ابن ماجہ نے انہی جابر سے باسناد جید مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس نے بغیر ضرورت کے جمعہ چھوڑا اللہ پاک اسکے قلب پر مہر لگادینگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے تین جمعے پے درپے چھوڑ دیے اس نے اسلام کو پس پشت ڈالدیا۔

اسکو ابو یعلے نے موقوفاً باسناد صحیح روایت کیا۔

۲؍ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (کبھی ایسا نہ ہو کہ) تم میں سے کوئی شخص جنگل چرنے والے جانور لے لے اور (پہلے تو) جماعت میں شریک ہوتا رہے مگر پھر وہ (چارہ کی قلت کی وجہ سے) ان جانوروں سے تنگ آجائے اور خیال کرے کہ میں کسی اس سے زیادہ گھاس والے جنگل میں چلا جاتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ ایسا ہی کرے اور مدینہ سے منتقل ہو جائے اور دور کے باعث صرف (آٹھویں روز) جمعہ کیلئے آئے (اور جماعت میں آنا چھوڑ دے) پھر اسکے بعد بھی وہ جانور اسپر بھاری رہیں اور اس خیال کو لیکر کسی دوسرے اس سے زیادہ گھاس والے جنگل میں منتقل ہو جائے اور پھر نہ جمعہ میں شریک ہو اور نہ جماعت میں اور اللہ پاک اسکے قلب پر مہر لگادیں۔

اسکو امام احمد نے عمر بن عبداللہ آزاد کردہ غلام غفرہ کی روایت سے نقل کیا۔ امام احمد کے نزدیک یہ ثقہ ہیں اسی کے ہم معنی حدیث ابن خزیمہ اور ابن ماجہ کے ہاں بروایت ابو ہریرہ گذر چکی ہے۔

حضرت محمد بن عبدالرحمن بن زرارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے سُنا، اور ان جیسا آدمی تو میں نے صحابہ میں کوئی دیکھا ہی نہیں۔ فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص نے ایک مرتبہ جمعہ کے روز اذان جمعہ سُنی اور نماز کو نہیں آیا پھر دوسری مرتبہ اذان جمعہ سُنی اور نماز کو نہ آیا۔ پھر تیسری مرتبہ اذان جمعہ سُنی اور نماز کو نہ آیا (یعنے تین جمعے برابر بغیر عذر چھوڑ دیئے اور نماز نہیں پڑھی) تو اللہ پاک اسکے دل پر مہر لگا دینگے اور اسکا دل (اسکی اس سرکشی اور بدکرداری کی وجہ سے) منافقوں کا سا بنا دینگے۔

اسکو بیہقی نے روایت کیا اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایکمرتبہ انسے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو نماز تہجد پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا آپ نے فرمایا ایسا شخص دوزخ میں جائے گا۔

ف۔ قرن اولی میں جمعہ اور جماعت کو ترک کرنا منافقوں کا شعار اور انکی امتیازی خصائص میں سے تھا اور اسکی پابندی اسلام اور مسلمانوں کا شعار اور امتیاز خصوصیت تھی۔ لہذا صحابہ عموماً بغیر عذر تارک جمعہ اور جماعت کو منافق اور شدید ترین گنہگار خیال کرتے تھے اور اسکے دوسرے اچھے کاموں پر بھی اعتماد نہ ہوتا تھا کیونکہ جو شخص جمعہ اور جماعت کا پابند نہیں ہو سکتا وہ دیگر ضروریات دین کی کیا پابندی کر سکتا ہے یہ اسلامی شعائر ہیں ان کا بقا اسلام اور اسلامیت کا بقا ہے۔

29

جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن سورہ کہف وغیرہ پڑھنے کی ترغیب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے روز سورہ کہف تلاوت کی اسکے لئے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک (ہفتہ بھر) نور الہی کی ایک روشنی رہے گی۔

اسکو نسائی اور بیہقی نے مرفوعاً روایت کیا اور حاکم نے مرفوعاً و موقوفاً دونوں طرح

روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا۔

اور دارمی نے اپنی مسند میں حضرت ابو سعید سے موقوفاً روایت کیا اسکے الفاظ یہ ہیں کہ جس شخص نے شب جمعہ میں سورہ کہف تلاوت کی اسکے لئے یہاں سے لیکر بیت العتیق تک سب نور سے منور ہو جائے گا۔ اور سوائے حاکم کے اور تمام مذکورین کی اسنادوں میں ابو ہاشم یحییٰ بن دینار رمانی ہیں جنکی اکثروں نے توثیق کی ہے اور باقی اسناد کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اور حاکم کی تصحیح کردہ روایت میں نعیم بن حماد ہے۔ انکے اور ابو ہاشم کے متعلق گفتگو آئندہ آویگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے سورہ کہف جمعہ کے روز تلاوت کی اسکے لئے قدموں سے لیکر آسمان تک نور ہی نور ہو جائے گا اور قیامت کے روز اسکے واسطے یہ روشنی مشعل راہ ہوگی اور ہر دو جمعوں کے درمیان جو کچھ خطا قصور ہوا ہوگا سب معاف ہو جائے گا۔

اسکو ابو بکر بن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا۔ انکی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

تمت

ہزاران ہزار حمد پروردگار کو ہے کہ اسکی حسن توفیق سے کتاب الجمعہ ختم ہوئی اور اب کتاب الصدقات شروع ہوتی ہے۔ فقط۔ (مدیر)

کتاب الصَّدقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی الھمنا فجورنا وتقوىٰنا وبشرنا بالفلاح علےٰ تزکیتنا انفسنا وصلے اللہ علےٰ افضل الرسل الذی ارسل علےٰ کافۃ الانام لیعلمنا اصول التقوىٰ وفروعہ یسھل علینا الفوز الےٰ مطلوبنا وعلےٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

امابعد جاننا چاہیے کہ ارکان اسلام جو اکثر احادیث میں وارد ہیں اُن میں بعد کلمہ توحید اور نماز پنجگانہ زکوٰۃ کو بیان فرمایا گیا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا اس سے ضرور قتال کرونگا چنانچہ جناب نے منکرین زکوٰۃ سے بعد حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے بشرکت تمام صحابہ جہاد کیا اس سے معلوم ہوا کہ ارکان اسلام میں سے زکوٰۃ بھی رکن اعظم ہے اور اکثر واعظین ومبلغین بھی ترغیب صدقات وغیرہ کے بیانات مجتمعہ کے شایق ہیں لہذا التادیب التہذیب کے بیان صدقہ وزکوٰۃ کو علیحدہ کرکر شایع کرتا ہوں تاکہ شائقین کو اسکے لینے میں سہولت ہو وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

زکوٰۃ ادا کرنے کی ترغیب اور اسکی فرضیت کی تاکید

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے (۱) شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور

محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اُسکے رسول ہیں (یعنے صدق دل سے کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا) (۲) نماز پڑھنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج بیت اللہ کرنا (۵) رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ اسکو بخاری مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

حضرت ابوہریرۃ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ میں فرمایا "قسم ہے اس ذات (وحدہ لاشریک) کی جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ" آپ نے تین مرتبہ اسیطرح قسم کھائی اور پھر سر جھکا لیا ہم سب نے بھی سر جھکا لیا اور سب رونے لگے اور (اسقدر محویت ہوئی کہ) ہمیں کچھ پتہ نہیں رہا کہ آپ نے کس بات پر قسم کھائی (اور اسکے بعد کیا فرمایا) حتی کہ آپ نے سر مبارک اٹھایا تو چہرۂ انور پر فرحت وسرور کے آثار تھے (ہم بھی خوش ہوگئے اور) آپکی یہ خوشی اور مسرت ہمارے واسطے سُرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب تھی (جس طرح حضور کا رنج والم اور گردن جھکا لینا گران تھا۔ اسیطرح آپ کی مسرت اور خوشی دنیا وما فیہا سے زیادہ عزیز تھی) آپ نے فرمایا جو کوئی اللہ کا بندہ (پابندی سے) پانچوں وقت کی نماز پڑھتا رہے۔ رمضان کے روزے رکھے اور زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور ساتوں کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اللہ پاک ضرور اسکے لئے (قیامت) کے روز جنت کے دروازے کھول دینگے اور فرمائینگے جاؤ مزے سے جنت میں چلے جاؤ (سبحان اللہ یہی ہو شاید وہ خدا کی بے پایان رحمت جسپر حضور نے قسم کھائی)

ف ساتوں کبیرہ گناہ کی تفصیل حدیث صحیحین میں بروایت ابوہریرہ یہ ہے۔ شرک، سحر، قتل ناحق، سود کھانا، یتیموں کا مال کھانا، جہاد میں سے پشت پھیر کر بھاگنا، پاکدامن ایماندار عورتوں پر تہمتیں لگانا۔ گناہ کبیرہ کی مقدار صرف یہی نہیں ہے بلکہ صحیح احادیث میں زنی شراب خوری۔ والدین کی نافرمانی جھوٹی قسم وغیرہ اور بہت سے گناہوں کو کبیرہ فرمایا گیا ہے لہذا اقرب الی التحقیق اور قرین ثواب یہ ہے کہ وہ تمام گناہ کبیرہ ہیں جنکو احادیث میں کبیرہ کہا گیا ہے یا انکی شان کبائر کی سی بیان کی گئی ہے۔ گناہ صغیرہ وکبیرہ کی تعریف وتعیین میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں ہر گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے صغیرہ اور ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے تاہم فرق ضرور ہے بہرصورت یہ مقام اسکی تفصیل کا نہیں اسکے متعلق مستقل کلام آئیگا

اسکو نسائی نے روایت کیا یہ الفاظ انہی کے ہیں۔ اور ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح مین روایت کیا نیز حاکم نے روایت کرکے تصحیح کی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہین کہ ایک آدمی قبیلہ تمیم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول! مین اچھا مالدار کثیر العیال شہری شخص ہون اب آپ مجھے تبلائیں کہ مین کیا کرون اور کس طرح خرچ کرون؟ (کتنا کتنا کس کس کو دون) حضور نے فرمایا (اول تو) اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو کیونکہ یہ زکوٰۃ طہارت (مال) ہے تمام گناہون سے تم کو پاک کردیگی۔ اپنے رشتہ دارون سے صلہ رحمی کرو (ہر صاحب حاجت کو جسقدر استحقاق ہو ادا کرو) مساکین اور سائلین اور ہمسایہ کے حقوق کا بھی خیال رکھو الحدیث۔ (یعنے اللہ پاک نے تمہارے مال میں جسقدر لوگون کے حقوق متعین کردے ہیں۔ جیسے اہل و عیال کے، اور جو غیر متعین ہیں مثلاً مساکین و سائلین وغیرہ کے سب ادا کرو) اسکو امام احمد نے روایت کیا انکی سند کے رجال صحیح ہیں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ پانچ باتیں ہیں جس نے ان پر ایمان رکھتے ہوے (یعنے مسلمان ہوتے ہوتے) عمل کرلیا ضرور جنت میں داخل ہوجائیگا (۱) پابندی کے ساتھ پانچون وقت کی نماز ادا کی، انکے اوقات، آداب وضو اور آداب رکوع و سجود کی پوری رعایت کی (۲) رمضان شریف کے روزے رکھ لئے۔ (۳) اگر استطاعت تھی تو حج بھی کیا (۴) اور ٹھنڈے دل سے (خوشی کے ساتھ) مال کی زکوٰۃ ادا کی۔ الحدیث (پوری حدیث ضرورت سے زائد تھی لہذا بقدر ضرورت نقل کرکے بقیہ کو چھوڑ دیا۔ پانچوین چیز اسی حصہ میں مذکور ہوگی) اسکو طبرانی نے کبیر میں بسند جید روایت کیا پہلے بھی آچکی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا ایک روز صبح کو چلتے چلتے میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بالکل پاس آگیا۔ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی ایسا عمل تبلا دیجے جو جنت میں پہونچا دے اور دوزخ سے دور رکھے۔ حضور نے فرمایا (فی الواقع تو) تم نے بہت بڑی (اور گمراں) بات دریافت کی ہے (مگر) وہ سہل بھی ہوجاتی ہے جسپر اللہ پاک سہل فرمادیں (خیر سنو!) صرف اللہ پاک کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ بیت اللہ کا حج

کرو۔ الحدیث۔ اسکو امام احمد نے روایت کیا۔ نیز ترمذی نے روایت کرکے تصحیح کی اور نسائی ابن ماجہ
نے بھی روایت کیا اور باب الصمت میں یہ حدیث انشاء اللہ پوری آئے گی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے
فرمایا زکوٰۃ اسلام کا پل ہے (بغیر اسپر گذرے ہوئے اسلام تک پہونچنا دشوار ہے) اسکو طبرانی نے
اوسط میں اور کبیر میں روایت کیا۔ روایت کبیر میں ابن لہیعۃ راوی ہے نیز بیہقی نے روایت کیا انکی
روایت میں بقیۃ بن الولید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتوں
پر میں قسم کہاتا ہوں (وہ ضرور پوری ہو کر رہے گی) (۱) جسکے پاس اسلام کا کچھ بھی حصہ ہے اسکو
اللہ پاک کبھی اس شخص کے مانند نکرینگے جسکے پاس کچھ بھی نہیں۔ اسلام کے تین حصے (یہ) ہیں
نماز، روزہ، زکوٰۃ (بقیہ دوسری احادیث میں مذکور ہیں) (۲) جسکو اللہ پاک دنیا میں دوست بنالینگے
اسکو قیامت کے روز دوسرے کے سپرد نہ کرینگے (بلکہ اس روز بھی اسکو اپنی ہی حمایت و ولایت
میں رکھیں گے) الحدیث (تیسری بات حدیث کے بقیہ حصہ میں ہے جسکو مصنف نے زائد از ضرورت
سمجھکر چھوڑ دیا) اسکو امام احمد نے بسند جید روایت کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے
ایک مرتبہ حاضرین سے فرمایا تم مجھسے چھ چیزوں کا وعدہ کرلو اور ذمہ دار بنجاؤ میں تمہارے واسطے
جنت کا ذمہ دار بنجاؤنگا میں نے عرض کیا حضور وہ کیا ہیں فرمایا نماز، روزہ، ودیعت ادا (کی
پابندی کرو) پیٹ، زبان، شرمگاہ (کی حفاظت کرو)

اسکو طبرانی نے ایسی سند سے بیان کیا ہے جسمیں کچھ مضائقہ نہیں۔ نیز اسکے اور بہت
سے شواہد ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ اسلام (ایمان) ایک حصہ ہے۔ نماز ایک حصہ ہے۔ زکوٰۃ ایک حصہ ہے۔ روزہ
ایک حصہ ہے۔ حج بیت اللہ ایک حصہ ہے۔ امر بالمعروف ایک حصہ ہے۔ نہی عن المنکر ایک حصہ
ہے جہاد فی سبیل اللہ ایک حصہ ہے اور نامراد ہے وہ شخص جسنے انمیں سے ایک حصہ بھی حاصل نہ کیا۔

اسکو بزار نے مرفوعاً روایت کیا انکی روایت میں یزید بن عطا یشکری ہے۔ نیز بو یعلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا یہی زیادہ صحیح ہے اسکو دار قطنی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے اُسکے متعلق آپ کا کیا خیال ہے آپ نے فرمایا مال کے شر سے بچ گیا۔

اسکو طبرانی نے اوسط میں انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز ابن خزیمہ نے روایت کیا حاکم نے مختصراً اس طرح روایت کیا کہ جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ دیدی تو تم اسکے شر سے محفوظ ہوگئے" اور علے شرط المسلم تصحیح کی۔

ف زکوٰۃ حب مال اور اُسکے شر کو باطل اور بے اثر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ سے محفوظ بناؤ، اپنے مریضوں کا صدقہ سے علاج کرو، اور بلاؤں اور مصیبتوں کی موجوں کا تضرع الے اللہ سے مقابلہ کرو۔ اسکو ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا نیز طبرانی اور بیہقی وغیرہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے مرفوعاً متصلاً روایت کیا۔ لیکن مرسل اشبہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کردیجاوے وہ اگرچہ سات زمینوں کے نیچے ہو تب بھی کنز (خزانہ) نہیں اور جس مال کی زکوٰۃ نہ ادا کیجائے وہ اگرچہ کھلم کھلا ہو تب بھی خزانہ (کنز) ہے۔

ف کنز (خزانہ) مال مدفون کو کہتے ہیں اللہ پاک قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ٥ **ترجمہ**۔ جو لوگ سونے اور چاندی کو جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں (بھی) نہیں خرچ کرتے انکو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجئے جس روز کہ اس سُونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائیگا اور پھر (جب خوب تپ جائیگا تو) اس سے انکے چہروں اور پہلوؤں اور پشتوں پر داغ دئے جائینگے (اور کہا جائیگا) یہ وہی (مال) ہے جسے

۵

تم نے (دنیا میں) اپنے لئے جوڑ جوڑ کر رکھا تھا (اور اللہ کے راستے مین بھی نہیں خرچ کیا تھا) اب اپنے جمع کردہ خزانہ کا مزہ چکھو۔

ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً سونے چاندی کا جوڑنا اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنا موجب وبال عظیم اور باعث عذاب الیم ہے چنانچہ ابو ذر جیسے زہاد امت کا یہی مسلک تھا اور نقد سونا چاندی وہ خود بھی نہ رکھتے تھے اور دوسرے رکھنے والوں کو سختی سے منع کرتے تھے لیکن اکثر صحابہ وعلمائے امت اسکا مصداق وہ مال قرار دیتے ہیں کہ جسمیں سے زکوٰۃ وغیرہ حقوق واجبہ نہ ادا کئے جائیں خواہ اسکو بطریق خزانہ زمین میں دفن کیا جائے یا نہیں اور جس مال کی زکوٰۃ و دیگر حقوق واجبہ ادا کر دیے جائیں۔ اگرچہ وہ زمین ہی کے اندر مدفون ہو تب بھی اس کنز اور اس آیت کا مصداق نہیں۔ اسیکو حدیث مذکورہ بالا مین حضرت ابن عمر بیان فرماتے ہیں اور ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ سے زکوٰۃ مراد لیتے ہیں۔

بعض حضرات صحابہ اس آیت کا مصداق ان رشوت خور بنی اسرائیل علماء کو قرار دیتے ہیں جنکا ذکر اس سے اوپر کی آیت میں ہے بقرینۂ سیاق اور مسلمانوں کو اس آیت کا مصداق نہیں قرار دیتے واللہ اعلم۔ ۶

حدیث بالا کو طبرانی نے اوسط میں مرفوعاً روایت کیا دوسرے لوگوں نے اسکو ابن عمر سے موقوفاً روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے نماز پڑھو زکوٰۃ دو (روزے رکھو جیسا کہ دوسری احادیث میں آتا ہے) حج اور عمرہ کرو اور (بقیہ احکام شرعیہ پر) مستقیم اور ثابت قدم رہو تمہاری حالت دنیا اور آخرت میں درست رہے گی۔

اسکو طبرانی نے تینوں کتابوں میں روایت کیا۔ انشاء اللہ اسکی سند جید ہے۔ عمران قطان صدوق ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور! مجھے ایسا عمل بتلائیے جو جنت میں لیجائے حضور نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو زکوٰۃ دو (روزے رکھو) صلہ رحمی کرو۔

بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا چوتھا وعظ

مسمّٰی بہ

دُعا کے شرائط

منتخب از مہمات الدعا وعظ دوم دعوات عبدیت

حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ - اما بعد - فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - وقال ربکم ادعونی استجب لکم ط ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین - **ترجمہ** - اور فرمایا تمہارے رب نے کہ دُعا مانگو مجھسے مین قبول کرونگا جو لوگ تکبر کرتے ہیں مجھسے دُعا مانگنے سے بہت قریب دوزخ میں ذلیل ہوکر جائینگے۔

اس آیت کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) اس آیت کے مضمون ہی سے سمجھ مین آگیا ہوگا کہ آج کے وعظ کا مقصود دعا کی متعلق ضروری باتون سے آگاہ کرنا ہے اور شاید کسیکو یہ خیال ہو کہ ہم تو دُعا کیا کرتے ہیں اور دُعا کی ضرورت غیرہ کو جانتے ہیں پھر دُعا کے بارہ میں کیوں تنبیہ کیجاتی ہے کیونکہ تنبیہ تو اس کام میں ضروری ہے جسکو دوسرا آدمی جانتا نہ ہو یا کرتا نہ ہو۔ سو ضرورت تنبیہ کرنے کی اسلئے ہے کہ جب دُعا کے طریقہ اور ادب جاننے پر بھی اسکے ساتھ غفلت کا برتاؤ ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں نہ جانی ہوئی چیزون سے بھی بڑھکر غفلت ہے۔ کیونکہ جو چیزیں معلوم نہیں ہیں انمین تو صرف ناواقفی کیوجہ سے غفلت ہے اسکا دُور کرنا آسان ہے اور جانی ہوئی چیزیں میں جب ایسا معاملہ کیا جائے تو وہ غفلت بہت بڑھی ہوئی ہوگی اور غفلت کرنا اگرچہ تمام عبادتون میں بُرا ہے مگر دعا میں غفلت کرنا تو بہت ہی بُرا ہے اسلئے کہ دُعا سے صرف مقصود یہی ہے کہ اپنے مولا کے سامنے عاجزی کیجائے اور اپنی حاجت ظاہر کیجائے پس جب زبانی دعا کی کہ نہ ہمیں اپنی عاجزی کا خیال کیا اور نہ خدا تعالیٰ کا خوف دلمیں تھا یا تو یہ دُعا کیا ہوئی یہ تو ٹا ہوا سبق سا پڑھدیا اس بے توجہی کی مثال تو ایسی ہوئی جیسا کہ کوئی شخص کسی حاکم کے ہاں عرضی دینا چاہے اور جس طور پر عرضی

پیش کرے کہ حاکم کی طرف پیٹھ کرے اور منہ اپنا کسی یار دوست کی طرف کرکے عرضی کو پڑھنا شروع کرے کہ دو جملہ پڑھ لئے پھر یار دوست سے ہنسی مخول کرنے لگے پھر دو جملے پڑھ لئے اور اُدھر مشغول ہو گئے اب سوچ لینا چاہیئے کہ حاکم کی نظر میں ایسی عرضی کی کیا قدر ہوسکتی ہے بلکہ اُلٹا یہ شخص سزا کے قابل ٹھیرایا جائیگا۔ بس یہی معاملہ ہے دُعا کا۔ دُعا میں جبتک پوری طرح دل نہ لگائے اور عاجزی نہ کرے وہ دعا دعا نہیں خیال کیجا سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دل کی حالت کو دیکھتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ دلوں کو دیکھتے ہیں۔ غرض یہ بات پوری طرح ثابت ہو گئی کہ دُعا میں دل لگانا اور عاجزی کرنا ہی مقصود ہے اگر بغیر دل لگائے بھی کسی کی دعا قبول ہو جائے تو اسکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ خداوند تعالیٰ کا برنجی احسان ہے یہ قبولیت دُعا کے اثر سے نہیں ہے۔

(۲) اللہ پاک نے اس آیت میں بڑے زور شور کے ساتھ دعا کا مضمون بیان فرمایا ہے چنانچہ شروع ہی میں فرمایا کہ تمہارے پالنے والے نے فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے دُعا کے قبول کرلینے کی طرف اس طور پر کہ چونکہ ہم ہمیشہ سے تمہاری پال پرورش کرتے آئے ہیں یہانتک کہ تمہارے بلا مانگے بھی تمہاری پرورش کی ہے تو کیا مانگنے پر تمہاری عرض کو قبول نہ کرینگے ضرور قبول کرینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اول تو ماں کے پیٹ میں پرورش کی اسکے بعد پیدائش کے بعد کی حالت غور کرنے کے قابل ہے کہ یہ حالت ایسی تھی کہ ہم کو کسی قسم کی تمیز و ہوش اسوقت نہ ہوا تھا اس حالت میں اگر تمام دنیا کے عقلمند اکٹھے ہو کر صرف اتنی ہی تدبیر کرنا چاہیں کہ بچہ دودھ پینا سیکھ جائے تو ہرگز وہ قیامت تک نہیں سکھا سکتے یہ اسی قدرت والے کی رحمت اور عنایت ہے کہ اس نے بچہ کو دودھ چوسنا سکھایا۔

(۳) اس سے بڑھکر دُعا کے بارہ میں یہ اہتمام فرمایا کہ دُعا کرنیوالوں کو دعا نہ کرنے پر عذاب سے ڈرایا کہ جو لوگ دعا سے تکبر کرتے ہیں وہ بہت قریب دوزخ میں ذلیل ہو کر جائینگے۔ ان اہتماموں سے دعا کی کتنی بڑی شان معلوم ہوتی ہے ایک خوبی خاص دعا میں اور عبادتوں سے زیادہ یہ ہے کہ اور جتنی عبادتیں ہیں اگر دنیا کیلئے ہوں تو عبادت نہیں رہتی مگر دعا ایک ایسی چیز ہے کہ اگر یہ دنیا کیلئے بھی ہو تب بھی عبادت ہے اور ثواب ملتا ہے اگر مال مانگے دولت مانگے یا اور کوئی دنیا کی حاجت مانگے تب بھی ثواب ملیگا مگر اور عبادتیں ایسی ہیں کہ اگر دنیا میں حاجت مقصود ہو تو ثواب نہیں ملتا چنانچہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ اگر حکیم نے کسی کو رائے دی کہ تم آج کھانا نہ کھاؤ اگر کھایا تو

نقصان دیگا۔ اُسنے کہا کہ لاؤ آج روزہ ہی رکھ لیں پس روزہ رکھ لیا تو اسکو خاص روزہ کا ثواب نہ ملیگا کیونکہ اسکو اصل میں روزہ رکہنا مقصود نہیں ایسے ہی کوئی شخص سفر میں مسجد کے اندر اس نیت سے اعتکاف کرے کہ سرائے کے کرایہ سے بچونگا تو اس اعتکاف کا پورا ثواب نہ ملیگا۔ مگر دعا میں یہ بات نہیں۔ چاہے کتنی ہی دعا دُنیا کی حاجت مین مانگو مگر پھر بھی ثواب ملیگا۔ اور یہ خوبی خاص دُعا میں اسلئے ہے کہ دعا نام ہے عاجزی کرنے کا اور عاجزی دُنیا کیلئے دُعا کرنے میں بھی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کو نہایت پسند ہے کیونکہ جہان عاجزی ہوتی ہے وہان خودی اور بڑائی نہیں ہوتی اور خودی اور بڑائی بہت بڑی چیز ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار یعنی بڑائی صرف میرے ساتھ خاص ہے اور کسی کیلئے نہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ ہے کہ انھوں نے ایکدفعہ اللہ میاں کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اپنا نزدیک کا راستہ مجھکو بتلا دیجئے جواب ارشاد ہوا کہ خودی کو چھوڑ دو۔ اور آجاؤ۔

(۴) اچھی حالتون کو سُنکر یہ ناامیدی نہ چاہیئے کہ بھلا ہم کو یہ دولت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ کا فضل بہت بڑا ہے اسکو کچھ دشوار نہیں۔ البتہ ایسی حالتون کے حاصل ہونیکے لئے پیر کی صحبت ضروری ہے اور صحبت وہ چیز ہے کہ دیکھو انڈا کیا چیز ہے سفیدی اور زردی کے سوا اسمیں کچھ بھی نہ تھا مگر مرغی کے سینے سے اسمیں جان آگئی تو کیا کاملون کی صحبت اس سے بھی گئی گذری اور آپ یہ شبہ نہ کریں کہ صحبت تو ایسی چیز ضرور ہے مگر خود وہ لوگ کہان ہیں جنکی صحبت میں یہ برکت ہو سو یقین کے ساتھ سمجھو کہ اب بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس برکت کے موجود ہیں۔ دل سے طلب کے میدان میں آنا چاہیئے نری سوکھی روکھی آرزو سے کام نہیں چلتا سچی طلب اور کوشش ہونا چاہیئے دیکھئے یوسف علیہ السلام کو کیسا اپنے مولیٰ پر بھروسہ تھا کہ زلیخا کے بہکانے کے وقت سب دروازے بند تھے اور نکلجانے کا کوئی راستہ نہ تھا مگر پھر بھی دوڑے اور کوشش کی۔ اللہ تعالےٰ نے انکے لئے دروازے کھولدے اگر سچے دل سے طلب اور کوشش ہو تو مقصود ملنے کی یقینی اُمید ہے غرض حاصل یہ ہے کہ دُعا کا خلاصہ عاجزی ہے اور دعا خواہ کسی قسم کی ہو دین کیلئے ہو یا دنیا کے لئے مگر ناجائز کام کیلئے نہ ہو سب عبادت ہے خواہ چھوٹی چیز کے لئے دُعا ہو یا بڑی چیز کے لئے حدیث میں یہانتک آیا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی

عـــہ اپنی خوبیون پر نظر ہونا۔

ٹوٹ جاوے تو خدا تعالیٰ سے مانگو۔ ایک بزرگ رو رہے تھے کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو فرمایا کہ بھوک لگی ہے اس نے کہا کیا تم بچے ہو جو بھوک سے روتے ہو فرمایا کہ اگر مولیٰ کی یہی مرضی ہو کہ میں بھوک سے روؤں تو پھر ضبط کیوں کروں بعض بزرگوں کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ اب اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ میں مرض کی شکایت کروں تب فرمایا کہ اے رب مجھکو یہ تکلیف پہونچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں اور یہ شکایت بے صبری کی وجہ سے ہرگز نہ تھی اگر بے صبری کی وجہ سے ہوتی تو اللہ تعالیٰ انکی یوں تعریف نہ فرماتے کہ ہم نے انکو صبر کرنیوالا پایا وہ بہت اچھے بندے ہیں۔ غرض کاملوں کی نظر خدا تعالیٰ کی رضامندی پر ہوتی ہے اپنا ظاہری یا باطنی فائدہ کچھ مقصود نہیں ہوتا جسمیں خدا تعالیٰ راضی ہوں وہی کرنے لگتے ہیں کیونکہ عاشقوں کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید کی حکایت ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اسواسطے ذکر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فاذکرونی اذکرکم۔ ترجمہ کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرونگا۔ مطلب یہ تھا کہ باطنی کیفیت اور حالت کے حاصل کرنے کے لئے ذکر نہیں کرتے بلکہ انکے حکم کی وجہ سے ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے کاملوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ خدا کے نام میں باطنی حالت کا بھی قصد نہیں کرتے اور افسوس کہ آجکل لوگوں کا یہ حال ہے کہ وظیفے دُنیا کمانے کے لئے پڑھتے ہیں کوئی دستِ غیب[1] تلاش کرتا پھرتا ہے حالانکہ یہ جائز تک بھی نہیں کیونکہ اسکے ذریعہ سے جو کچھ ملتا ہے وہ حرام ہے کیونکہ اس سے جن تابع ہوجاتے ہیں اور وہ لوگوں کا مال چرا چرا کر عمل پڑھنے والے کو دیتے ہیں یا اپنا لائیں تب بھی مجبور ہوکر لاتے ہیں ایسا ہی تسخیر کا عمل بھی ناجائز ہے کہ اس سے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیتے ہیں اور اسطرح مجبور کرکے مال وصول کرتے ہیں اور اگر کوئی عمل جائز بھی ہو تب بھی ایسی غرضوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی بےقدری کرنا اور بھی بے ادبی ہے کیا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ بجائے ان عملیات کے دُعا کیا کرتے اگر مقصود حاصل ہوجاتا تو مطلب کا مطلب اور ثواب کا ثواب ملتا اور اگر نہ حاصل ہوتا تب بھی دعا کا ثواب تو کہیں گیا ہی نہ تھا علاوہ ان خرابیوں کے جنکا اوپر ذکر ہوا عمل میں ایک اور بھی خرابی ہے وہ یہ کہ دعا سے تو پیدا ہوتی ہے عاجزی اور عملیات سے پیدا ہوتی ہے بڑائی اور دعوی کیونکہ عمل کرنیوالا یہ جانتا ہے کہ بس ہم نے یہ کردیا اور وہ کردیا۔ یہ قدر ضروری بیان تھا دُعا کے مہتم بالشان ہونیکا باقی رہا کہ دعا میں غفلت کرنیکے کیا کیا سبب ہیں خدا نے چاہا تو کسی موقع پر یہ بیان بھی ہوجائیگا فقط۔ سلسلہ تسہیل المواعظ کی دوسری جلد کا چوتھا وعظ ختم ہوا۔ اب انشاء اللہ پانچواں وعظ محرم کے پرچہ سے شروع ہوگا (مدیر)

[1] یعنے غیب سے روپیہ آجانے کا عمل ۱۲

چون مسبح کردۂ ہر چیز را ۞ ذات بے تمیز و با تمیز را

یعنی جب آپ نے ہر شئے کو مسبح بنایا ہے ذات بے تمیز کو اور با تمیز کو (بے تمیز سے مراد بے شعور اور با تمیز سے باشعور) مطلب یہ کہ جب آپ نے ذی شعور اور غیر ذی شعور سب کو مسبح کر دیا ہے تو

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر ۞ گوید و از حال آن این بیخبر

یعنی ہر ایک ایک دوسری قسم پر تسبیح کہتا ہے اور وہ اسکے حال سے بے خبر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بس آپ نے کام میں لگا دیا ہے سب کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے کی خبر نہیں ہے تو بس جسطرح کہ آپ نے تکوینیات میں سب کو کام میں لگا رکھا ہے اور اُن پر ان کاموں کو سہل فرما رکھا ہے اسیطرح آپ ان تشریعیات کو بھی ہم پر سہل فرما دیجئے۔ آگے ایک کا دوسرے کی حالت سے بیخبر ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

۹۳ آدمی منکر ز تسبیح جماد ۞ وان جماد اندر عبادت اوستاد

یعنی آدمی جماد کی تسبیح سے منکر ہے اور وہ جماد عبادت میں استاد ہے تو دیکھو کہ ایک کو دوسرے کی حالت کی خبر نہیں ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے ۞ بیخبر از یک دگر اندر شکے

یعنی بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر ایک ایک دوسرے سے بیخبر ہیں اور شک میں ہیں۔

چون دو ناطق را ز حال ہمدگر ۞ نیست آگہ چون بود دیوار و در

یعنی جبکہ دو ناطق ایک دوسرے کی حالت پر آگاہ نہیں ہیں تو دیوار و در تو کسطرح ہوں گے اوپر کے شعر میں ہفتاد و دو ملت فرمایا ہے حالانکہ اصل میں ہفتاد و سہ ملت ہیں ایک ملت حقہ باقی باطلہ مگر بیان مولانا کو صرف باطلین کا بیان مقصود ہے اسلئے کہ شک میں اور بیخبری میں

ہیں۔ ورنہ اہل حق تو سب جانتے ہیں اور اُن کو تو بحمد اللہ سب چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں
حالت کی بیخبری سے مراد منشاء حال کی بیخبری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان تمام ملل کو آپس کے
اختلافات کے اصل مناشئے ہی معلوم نہیں ہیں۔ اور وہ سب اس سے بیخبر ہو رہے ہیں۔ صرف
الفاظ میں لڑائی ہو رہی ہے اور اگر مناشئے معلوم ہو جاویں تو شاید اسقدر اختلاف بھی نہ رہے
مگر منشاء کی خبر نہیں ہوتی اور جو محقق ہیں وہ اختلاف کے منشاء کو معلوم کر کے اسکے بعد اوسمیں
غور کرتے ہیں تو جب دو ناطقوں کو جو کہ مدرک کلیات جزئیات کے ہیں آپس کے اختلاف کے
منشاء کی خبر نہیں ہے تو بھلا اور دیوار و در کو تو آپس میں کیا تمیز ہو سکتی ہے۔

چون من از تسبیح ناطق غافلم　　چون بداند سبحۂ صامت دلم

یعنی جبکہ میں ناطق کی تسبیح سے غافل ہوں تو میرا قلب چُپ چیزوں کی تسبیح کو کس طرح جان لیگا
من سے مراد انسان ہے اور تسبیح سے مراد حالت ہے۔ مطلب یہ کہ جب انسان ایک دوسرے
کی حالت سے غافل ہے۔ حالانکہ آپس میں دونوں بولتے ہیں ایک کی حالت دوسرا معلوم
کرسکتا ہے مگر پھر بھی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ چیزیں جو کہ بول بھی نہیں سکتیں اونکی حالت کی
تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔

۹۴

ہست سنی را یکے تسبیح خاص　　ہست جبری را ضد آن در مناص

یعنی سُنّی کے لیے ایک تسبیح خاص ہے اور جبری کے لیے اوسکی ضد ہے چھٹکارہ میں۔

سُنّی از تسبیح جبری بے خبر　　جبری از تسبیح سنی بے اثر

یعنی سُنّی تو جبری کی تسبیح سے بیخبر ہے اور جبری سُنّی کی تسبیح سے بے اثر ہے تسبیح سے مراد حالت
کا منشاء۔ مطلب یہ کہ ایک کو دوسرے کی حالت اور اُسکے خیالات کے مناشئے کی مطلق خبر
نہیں ہے ورنہ اگر مناشئے کی خبر ہو جاوے تو اسقدر اختلاف نہ رہے اسلئے کہ جسقدر مذاہب
باطلہ ہیں مناشئے اُن سب کے بالکل ٹھیک ہیں اسلئے کہ مثلاً کوئی شخص اول تنزیہ کا قائل ہوا

اوس نے جو حق تعالےٰ سے اشیاء کی نفی شروع کی تو بعض اُن چیزون کی بھی نفی کر دی جو اس قابل نہ تھیں علی ہذا اور نہیں تو اگران منشاء کی خبر ہو جاوے تو یقیناً یہ کرین کہ جو اصل ہے اوسکو باقی رکھا جاوے اور جو اسمیں زیادتی ہو گئی ہے اوسکی نفی کیجاوے مگر آجکل تو یہ ہو رہا ہے کہ جڑ سے ہی نفی کرتے ہیں تو یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ منشاء سے بیخبر ہیں۔

این ہمی گوید کہ آن ضال است وگم ‍ ‍ ‍ بےخبر از حال او وز امر قم

یعنی یہ (جبری) تو کہتا ہے کہ وہ (سنی) گمراہ ہے (اور یہ جبری) اوس (سُنی) کے حال سے بیخبر ہے اور امر قم ہے۔ مطلب یہ کہ جبری جو افعال عبد کو غیر اختیاری من کل الوجوہ بنا کر سنی کو گمراہ بتار ہا ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ وہ اُسکے منشاء سے بیخبر ہے اور اُسکو اسکی خبر نہیں ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ یا ایہا المدثر قم فانذر تو جب حکم قیام اور پھر حکم انذار ہے تو معلوم ہوا کہ افعال عبد اختیار میں ہیں ورنہ پھر اس حکم کے کچھ معنی نہیں ہیں تو دیکھو اگر وہ سُنی کے قول کے منشاء سے باخبر ہوتا تو یقیناً وہ اسقدر سخت مخالف نہ ہوتا۔

وان ہمی گوید کہ این را چہ خبر ‍ ‍ ‍ جنگ شان افگند یزدان از قدر

یعنی وہ (سُنی) کہتا ہے کہ اس (جبری) کو کیا خبر تو ان کا جنگ حق تعالےٰ نے قدر سے اتارا ہے مطلب یہ کہ سُنی جبری کو من کل الوجوہ گمراہ بتارہا ہے حالانکہ اصل میں اسکے قول کا منشاء اثبات قدرت حق ہے، اب اسکے اثبات میں جو افراط و تفریط ہوئی تو اوسمیں وہ اختیار عبد کی بھی نفی کر بیٹھا کہ عبد کو کسی درجہ میں اختیار ہے ہی نہیں حالانکہ یہ امر من کل الوجوہ غلط تھا مگر جو سنی کو اسکی خبر ہوتی تو یقیناً وہ اسکے گمراہ سمجھنے میں اسقدر سخت نہ ہوتا بلکہ جو اصل تھا اسکو قائم رکھکر باقی زوائد کی نفی کر دیتا اور یہاں سُنی سے مراد عوام سنی ہیں سُنی محض مراد نہیں ہے اس لئے کہ محققین تو ہمیشہ مناشے پر نظر کر کے بالکل مطابق اصل کے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دیتے ہیں ہان جو عوام ہیں وہی ایک طرف کو بڑھ جاتے ہیں اور جبری میں عوام و خواص کی تفریق نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ اہل باطل ہیں تو سب عوام ہی ہیں اون میں محققین کدہر سے

ہوئے تھے۔ غرضیکہ ایک دوسرے کے مناسبت معلوم ہونے سے سب کی آپس میں چل رہی ہے آگے اس جنگ فیما بین کی حکمت فرماتے ہیں کہ۔

گوہر ہر یک ہویدا مے کند   جنس از ناجنس پیدا میکند

یعنی ہر ایک کا گوہر ظاہر فرماتے ہیں اور جنس کو ناجنس سے الگ فرماتے ہیں تو اس اختلاف میں یہ برکت ہے کہ حق و باطل سب ممتاز ہوجاتا ہے آگے تقریب کیلئے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

قہر را از لطف داند ہر کسے   خواہ نادان خواہ دانا یا خسے

یعنی قہر کو لطف سے ہر شخص ممتاز کر کے جانتا ہے خواہ وہ نادان ہو یا دانا ہو یا کوئی کمینہ ہو مطلب یہ کہ جس طرح کہ قہر و لطف کو انسان ممتاز کر کے معلوم کرسکتا ہے اسیطرح جب حق و باطل واضح اور ظاہر ہوجاوے اسوقت تمیز کر لینا بہت آسان ہے۔

۹۶ **لیک لطفے قہر در پنہان شدہ   یا کہ قہرے در دل لطف آمدہ**

یعنی لیکن وہ لطف جو کہ قہر میں پوشیدہ ہو یا کہ وہ قہر جو لطف کے اندر آیا ہوا ہو۔

کم کسے داند مگر ربانئے   کش بود در دل محک جانئے

یعنی (اوسکو) کوئی کم جانتا ہے مگر وہ اللہ والا کہ جو اسکو دل میں جان کیلئے کسوٹی ہو۔

باقیان زین دو گمانے مے برند   سوئے لانہ خود بیک پرے پرند

یعنی باقی لوگ اس سے دو گمان لیجاتے ہیں اور اپنے آشیانہ کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حق و باطل ممتاز ہو تب تو ہر شخص معلوم کرسکتا ہے مگر جو باطل بصورت حق ہو یا بالعکس تو اسوقت دونوں کو ممتاز کرنا کارے دارد۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے یہ کام کسی کامل محقق کا ہے کہ جو کسوٹی کی طرح دونوں کو پرکھ کر الگ الگ کر دے اور جو ان کے سوا

غیر محقق ہے وہ تو دونوں طرف ڈانواں ڈول ہوگا اور کسی طرف بھی پورا یقین نہ ہوگا اور اُس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ کوئی جانور اپنے گھونسلے میں ایک پر سے اُڑ کر جانا چاہے تو وہ بہت کم دور تک اڑ سکتا ہے اور پھر گر جاویگا تو اسیطرح جو محقق نہیں ہے وہ استدلال سے کچھ کام لیگا آگے جا کر پھر ٹوٹ پھوٹ جاویگا اور جو محقق ہوگا اسکو ایسا یقین واثق ہوگا کہ اسکو دوسری جانب کا کبھی خیال بھی نہ آوے گا۔ آگے اس مثال کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ علم کے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے

علم را دو پر گمان را یک پر است ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتر است

یعنی علم کے لئے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے تو گمان ناقص آیا اور پرواز میں ضعیف ہے۔ دو پر سے مراد قوت اور ایک پر سے مراد ضعف۔ مطلب یہ کہ علم اور یقین تو قوی ہوتا ہے اور اسکے استدلالات بھی قوی ہوتے ہیں اور گمان اور اسکے استدلالات ہمیشہ کمزور ہوا کرتے ہیں۔ آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

97

مُرغ یک پر زود افتد سرنگون باز بر پرد دو گامے یا فزون

یعنی مُرغ یک پر جلدی سے اوندھے منہ گر پڑتا ہے اور پھر وہ ایک قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے (تو اسی طرح)

اُفت و خیزان میرود مرغ گمان با یکے پر بر اُمید آشیان

یعنی گرتا پڑتا چلتا ہے مرغ گمان ایک پر سے آشیان کی امید پر۔ مطلب یہ کہ مقصود تک کبھی رسائی نہیں ہوتی۔ استدلال سے کچھ پہونچتا ہے پھر گر جاتا ہے پھر پرواز کرتا ہے مگر پھر آشیان تک پہونچنا نصیب نہیں ہوتا۔

چون ز ظن وارست علمش رو نمود شد دو پر آن مرغ و پرہا برگشود

یعنی جب ظن سے چھوٹ گیا تو اوسکو علم نے منہ دکھایا اور وہ مرغ دو پر ہوگیا اور پروں کو کھول دیا۔

بعد ازان یمشی سویا مستقیم نے علی وجہہ مکبا او سقیم

یعنی اُسکے بعد وہ سیدھا اور مستقیم چلتا ہے نہ منہ کے بل اوندھا گرتا ہوا اور بیمار۔ مطلب یہ کہ جب بعد ظن کے علم حاصل ہو جاتا ہے اور تحقیق نصیب ہو جاتی ہے تو پھر تو مقصود تک بہت جلد پہنچ جاتا ہے اور اوسکے راہ میں کوئی روکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

با دو پر بر می پرد چون جبرئیل بیگمان بے مکرت و بے قال و قیل

یعنی دونوں پروں سے جبرئیل کی طرح بے گمان اور بے فکر اور بے قال و قیل کے اڑتا ہے۔ یعنی اوسکو اپنے مقصود میں کسی قسم کا وہم و گمان نہیں ہوتا بلکہ بے کسی شبہ کے وہ پہونچا ہوا ہوتا ہے اور اس محقق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

۹۸

گر ہمہ عالم بگویندش توئے بر رہ یزدان و دین مستوی

یعنی اگر تمام عالم اُس سے کہے کہ تو راہ مستقیم پر اور دین مستوی پر ہے۔

او نگردد گرم تر از گفت شان جان طاق او نگردد جفت شان

یعنی وہ اونکے اس کہنے سے گرم نہ ہوگا اور اوسکی جان طاق اونکی جفت نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر محقق کو ساری دُنیا غوث و قطب کہنے لگے تو اوسکو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی اسلئے کہ اوسکی جو حالت ہے اوسکو خود معلوم ہے پھر اوسکو مسرت ہی کیا ہو اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کی جیب میں اشرفیاں پڑی ہیں اور اوسکو خود بھی خبر ہے کہ میری جیب میں ہیں پھر کوئی اُس سے کہے کہ تمہاری جیب میں اشرفیاں ہیں تو اوسکو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی بلکہ کچھ فکر ہو جاویگا کہ اسکو خبر ہوگئی ہے ممکن ہے کہ چرالے اسیطرح جب ان حضرات کو کوئی غوث و قطب

کہتا ہے تو چونکہ اونکو پہلے سے اپنی حالت معلوم ہوتی ہے التفات ہی نہیں ہوتا بلکہ اس اظہار سے
فکر پڑ جاتی ہے اسلئے کہ یہ حضرات تو اپنی حالت کا اظہار چاہتے ہی نہیں۔ لہذا جو محقق ہیں اونکو
کسی کی تعریف کرنے سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی اور نہ کسی کے بُرا کہنے سے رنج ہوتا ہے
اسلئے کہ وہ جیسے ہیں ان کو خبر ہے۔ پھر دوسرے کے کہنے سے پھولنا حماقت ہے لیس وہ حضرات
ایک حالت پر رہتے ہیں اور اپنی حالت میں خود مگن ہوتے ہیں۔

ور ہمہ گویند او را گمرہے　　　کوہ پنداری و تو برگ کہے

یعنی اور اگر سب اسکو کہیں کہ تو گمراہ ہے اور (اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو برگ کاہ ہے۔

او نیفتد در گمان از طعنشان　　　او نگردد دردمند از طعنشان

یعنی وہ ان لوگون کی طعن سے شبہ مین نہ پڑیگا اور وہ ان کی نیزہ زنی سے دردمند نہ ہوگا
مطلب یہ کہ اس محقق کو اگر ساری دنیا گمراہ اور بیدین کہنے لگے تو اس سے اوسکو اپنی حالت
میں کسی قسم کا شبہ واقع نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی حالت کو خوب پاتا ہے بس وہ وہی سمجھے گا۔
آگے اور ترقی کرکے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت　　　گویدش با گمرہی ہستی تو جفت

یعنی بلکہ اگر دریا اور کوہ گفتگو میں آویں اور اس سے کہیں کہ تو گمراہی کا قرین ہوگیا۔

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال　　　یا بطعن طاعنان رنجور حال

یعنی وہ ایک ذرہ کی برابر بھی شبہ میں نہ پڑیگا۔ یا کہ طاعنون کے طعن سے رنجور حال ہو وہ یہ
بھی نہ ہوگا بلکہ)

مطمئن و موقن و بے احتیال　　　کاینچنین باشد مگر در کل حال

۹۹

یعنی مطمئن اور موقن اور بے حیلہ کے ہوگا کہ وہ ایسا ہی شاید ہر حال میں ہوگا مطلب یہ کہ پہلا آدمی اگر کہیں اور اوسکو یقین نہ آوے تو عجب نہیں ہے بلکہ اگر خارق کے طور پر درخت زمین پہاڑ سب ... سے کہیں کہ تو گمراہ ہے تو اوسکو ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی بلکہ اپنے کام میں لگا رہے گا اوسکو اپنی حالت کا اسقدر یقین ہے کہ کسی کے شبہ ڈالنے سے اوسکو شبہ ہوتا ہی نہیں اور جیسا کہ وہ اس معاملہ میں پختہ ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ شاید وہ تمام حالتوں میں ایسا ہی پختہ ہوتا ہوگا۔ آگے دوسروں کے بکنے سے غیر محقق کے شبہ میں پڑ جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

کودکان مکتبے از اوستاد ‌ ‌ رنج دیدند از ملال و اجتہاد

۱۰۰ مشورت کردند در تعویق کار ‌ ‌ تا معلم در فتد در اضطرار

چون نمی آید ورا رنجورئے ‌ ‌ کہ بگیرد چند روز او دوئے

تا رہیم از حبس و از تنگی کار ‌ ‌ ہست او چون کوہ خارا برقرار

آن یکے زیرک ترین تدبیر کرد ‌ ‌ کہ بگوید اوستا چونے تو زرد

خیر باشد رنگ تو برجائے نیست ‌ ‌ این اثر یا از ہوا یا از تپے است

اندکے اندر خیال افتد ازین ‌ ‌ تو برادر ہم مدد کن اینچنین

زال عن مکانه فصدقوه
واذا سمعتم برجل تغیّر
عن خلقه فلا تصدقوه
فانه یصیر الی ما جبل علیه
رواه احمد کذا
فی المشکوٰة

قول الشارح
حدیث المرء مع من
احب عن انس ان
رجلاً قال
یا رسول الله متی
الساعة قال
ویلك وما اعددت لها
قال ما اعددت لها الا
انی احب الله ورسوله
قال انت مع من احببت
متفق علیه کذا فی المشکوٰة

قول الشارح لا طاعة
لمخلوق فی معصیة الخالق
رواه فی شرح السنة کذا
فی المشکوٰة وعن علی لا طاعة

کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اوسکو (چاہیے)
تصدیق کرلو اور جب تم کسی شخص کی نسبت سنو
کہ وہ اپنی جبلی خصلت سے ہٹ گیا تو اسکی
تصدیق مت کرو۔ کیونکہ وہ پھر اپنی جبلت
ہی کی طرف عود کر آوے گا۔ روایت کیا اسکو
احمد نے اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں۔

صاحب کلید کا قول المرء مع من احب
حضرت انس رض سے روایت ہے کہ ایک
شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت
کب ہوگی آپ نے فرمایا کمبختی مارے (یہ ترحم
کی راہ سے فرمایا) اور تو نے اس کے لیے
کیا سامان کر رکھا ہے اُس نے عرض کیا میں نے
اور تو کچھ سامان نہیں کیا مگر اتنی بات
ہے کہ مجھکو اللہ سے اور اوس کے
رسول سے محبت ہے آپ نے فرمایا کہ تو اسی کے
ساتھ ہوگا جس سے تجھکو محبت ہوگی روایت
کیا اسکو بخاری و مسلم نے اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں

صاحب کلید کا قول لا طاعة
لمخلوق فی معصیة الخالق روایت
کیا اسکو شرح السنہ میں اسی طرح ہے
مشکوٰۃ میں اور حضرت علی رض سے روایت ہے

فی المعصیۃ انما	کہ معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں طاعت
الطاعۃ فی المعروف	صرف امر مشروع میں ہے روایت کیا
متفق علیہ	اسکو بخاری ومسلم نے اسی طرح ہے
کذا فی المشکوٰۃ	مشکوٰۃ میں۔
قول الشارح استطعمتک	صاحب کلید کا قول استطعمتک
فلم تطعمنی عن ابی	فلم تطعمنی حضرت ابوہریرہؓ سے
ھریرۃ قال قال	روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اللہ صلی اللہ	نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت میں فرمادینگے
علیہ وسلم ان اللہ	اے ابن آدم میں مریض ہوا تونے میری
عزوجل یقول	عیادت نہیں کی وہ عرض کرے گا
یوم القیمۃ یا ابن	کہ اے میرے رب میں آپ کی عیادت
آدم مرضت	کس طرح کرتا حالانکہ (یہ امر محال ہے کیونکہ)
فلم تعدنی	آپ رب العالمین ہیں (جس پر مرض کا طاری
قال یارب کیف	ہونا محال ہے اور عیادت اسی پر مبنی ہے
اعودک وانت	وہ بھی محال ہے) ارشاد ہوگا تجھکو معلوم نہیں
رب العلمین	ہوا تھا کہ میرا فلانا بندہ مریض ہوا تھا
قال اما علمت	تونے اسکی عیادت نہیں کی تجکو معلوم
ان عبدی	نہیں کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجکو
فلانا مرض	اوسکے پاس پاتا (اس سے اوسکی عیادت
فلم تعدہ اما علمت	یہ توہے ایسا ہی میسر ہوتا جیسا بفرض محال
لو عدتہ لوجدتنی عندہ	میری عیادت سے ہوتا) پھر فرمادیں گے کہ اے

یا ابن آدم
استطعمتك
فلم تطعمني الی آخر
الحدیث رواہ مسلم
قول الشارح حدیث
فاذا احببته کنت
سمعه الذی
یسمع به وبصره
الذی یبصر به
ویده التی یبطش بها
ورجله التی یمشی بها
رواہ البخاری عن
ابی هریرة عن
النبی صلی اللہ
علیه وسلم عن اللہ
تعالی وفی ذلك الحدیث
وما تقرب الی
عبدی بشیء احب الی
مما افترضت علیه
قول الشارح حدیث ان اللہ
خلق آدم علی صورته عن ابی هریرة

ابن آدم میں نے تجھسے کھانا مانگا تو نے
مجھکو کھانا نہیں دیا۔ الی آخر الحدیث (ایسا
ایسا ہی سوال و جواب ہوگا) روایت کیا
اسکو مسلم نے۔
صاحب کلید کا قول۔ حدیث فاذا
احببته الخ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب میں
اوسکو محبوب بنا لیتا ہوں تو اوسکی
شنوائی ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا
ہے اور اوسکی بینائی ہوجاتا ہوں جس سے
وہ دیکھتا ہے اور اوس کا دست و پا
ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے
اور جس سے وہ چلتا ہے روایت کیا
اسکو بخاری نے ابوہریرہ سے انہوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپنے اللہ تعالی
سے اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے
کہ میرے بندہ نے میرا قرب کسی ایسی چیز
سے حاصل نہیں کیا جو میرے نزدیک
اوس چیز سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے
اوسپر فرض کی ہے۔
حدیث۔ ان اللہ خلق آدم
علی صورته۔ حضرت ابوہریرہ رض کی

قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم خلق الله آدم علی صورتہ طولہ ستون ذراعاً متفق علیہ کذا فی المشکوۃ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو (باعتبار صفات باطنی کے) اپنے ظہور پر پیدا کیا (اور باعتبار صورت ظاہری کے ایسا پیدا کیا کہ) اون کا طول ساٹھ ہاتھ تہا الخ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔

قولہ کلموا الناس علی عقولھم قال علی رض حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب الله و رسولہ رواہ البخاری و روی الدیلمی مرفوعا بسند ضعیف امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم کما فی المقاصد الحسنۃ

۱۲

قولہ۔ کلموا الناس علی قدر عقولھم حضرت علی رض نے فرمایا کہ لوگوں سے ایسی (قریب الفہم) بات کہو جس سے وہ مانوس ہوں (اونسے بہت باریک باریک باتیں جو دین میں ضروری بھی نہیں مت کرو کیونکہ وہ اونکا انکار کریں گے تو) کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ خدا کی اور خدا کے رسول کی تکذیب کی جاوے (کیونکہ جب خدا اور رسول کی فرمائی ہوئی ہیں تو اونکا انکار خدا اور رسول کی تکذیب ہے جیسے متشابہات وغیرہ میں بلا ضرورت کلام کرنا) روایت کیا اسکو بخاری نے اور دیلمی نے مرفوعاً بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ ہمکو حکم کیا گیا کہ ہم لوگوں سے اونکی عقل کے موافق کلام کریں جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے

باقی آیندہ

(۴۶۴) خانصاحب نے فرمایا کہ جن بزرگوں کا اخلاق بہت بڑھ جاتا ہے۔ ان سے مخلوق کی اصلاح نہیں ہوتی اور فرمایا کہ مولانا نانوتوی گو نہایت وسیع الاخلاق تھے مگر اصلاح کے معاملہ میں اخلاق نہ برتتے تھے اور مریدوں اور متعلقین پر برابر روک ٹوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا خورجہ تشریف لائے مولوی فضل رسول بدایونی کا تذکرہ چل گیا۔ میری زبان سے بجائے فضل رسول (بضاد معجمہ) فصل رسول (بصاد مہملہ) نکل گیا۔ مولانا نے ناخوش ہوکر فرمایا کہ لوگ اونکو کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا فضل رسول۔ آپ نے فرمایا کہ تم فصل رسول کیوں کہتے ہو۔

متن امیرالروایات فی جیب الحکایات ختم ہوا

حاشیہ حکایت (۴۶۴) **قولہ** اصلاح کے معاملہ میں **اقول** آج اسکو بدخلقی شمار کیا جاتا ہے انا للہ۔ **قولہ** ناخوش ہوکر فرمایا **اقول** یہ حضرات تھے جو لاتلمزوا انفسکم ولاتنابزوا بالالقاب کے پورے عامل تھے حتی کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی (**تشت**)

۱۶۵

حاشیہ شریف الدرایات بر امیرالروایات ختم ہوا

آگے اس کا ایک ضمیمہ آتا ہے

نظیف الزیادات فی لطیف العنایات

اسکی حقیقت ایک مکتوب ہے امیر شاہ خانصاحب مرحوم کا اس احقر کے نام جس کے بعض اجزاء از قبیل مضامین امیرالروایات ہیں **نظیف الزیادات** کے لقب کا مبنیٰ یہی مناسبت ہے اور بعض اجزاء مشعر ہیں مرحوم کی عنایت خاص کے اس احقر پر **فی لطیف العنایات** کی قید کا مبنیٰ یہی رعایت ہے میں ایسے شخص کی عنایت کو جسکو اکابر کے ساتھ

ایسے خاص تعلقات ہوں فال صلاحیت حال و مآل اور موجب تقویت آمال سمجھتا ہوں۔
جن فوائد پر یہ ضمیمہ مشتمل ہے اونمیں ہر فائدہ پر مستقلاً و منفرداً متنبہ کرنے کیلئے اون اجزاء اصل
متن کے سلسلہ اعداد سے نمبر بھی ڈالدیئے گئے کیونکہ دلالت علی العنایات بھی ایک قسم کی حکایت
ہی ہے خصوص جبکہ وہ بعض واقعات کی حاکی بھی ہو اس طرز سے یہ ایک درجہ میں تتمہ متن
کا بھی ہوگیا اور پورے مکتوب کے ختم کے بعد ہر نمبر کے حوالہ سے مواقع ضروریہ پر کچھ
تعلیقات بھی مختصر مختصر لکھدیئے گئے اب اُس مکتوب کو نقل کرتا ہوں۔

(جزو اول نمبر ۱۶۵) حضرت مخدوم و مکرم و معظم و محترم جناب مولانا دام اللہ وجودکم۔
امیر شاہ عفی عنہ عارض مدعا ہے کہ میرا مصمم ارادہ تھا کہ اپنے اثنائے سفر میں ضرور حاضر
خدمت ہوں مگر میرے دیوبند پہونچنے تک جناب سفر سے واپس تشریف نہ لاتے تھے اوسکے
بعد میں رامپور چلا گیا۔ محمد اشفاق کی بیوی اور بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا اسلئے وہاں دیر ہوگئی
اسکے بعد رمضان آگیا اونھوں نے رمضان میں آنے نہ دیا چنانچہ نصف رمضان وہاں بتا
پڑا اسکے بعد آٹھ روز بہٹ قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے دیوبند واپس آیا۔ گو یہاں آکر مجھے　　۱۶۶
معلوم ہوگیا کہ جناب والا تشریف لے آتے ہیں لیکن اول تو حافظ احمد نے نہ چھوڑا دوسرے
میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں نظر بھی بہت کمزور ہوگئی اسلئے تنہا سفر کے قابل نہیں رہا ہوں
اور ہمراہی کوئی ملا نہیں اسلئے حاضری سے قاصر رہا پھر اوپر چودھری صاحب کا تقاضہ تھا کہ
جلد آؤ۔ اس نے معذوری میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ علیگڈھ آکر منشی شرافت اللہ صاحب سے
معلوم ہوا کہ جناب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے کچھ دیر ہاتھرس کے اسٹیشن پر ٹھہری
تھے۔ اور مجھے اور حبیب احمد کو بلانے کیلئے جناب نے ہنڈ ہو آدمی بھیجے تھے۔ مگر ہم میں سے
کوئی نہ ملا۔ یہ سنکر نہایت صدمہ ہوا مگر ساتھ ہی انھوں نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ جناب
عنقریب علیگڈھ تشریف لانے والے ہیں۔ اس سے قدرے تسکین ہوئی اور میں نے انسے
کہدیا کہ جب مولانا تشریف لانے کو ہوں تو انکی تشریف آوری سے ایک روز قبل مجھے بلالیا
جاوے۔ چنانچہ انھوں نے ہنکو منظور فرمالیا ہے حضور سے بھی معروض ہے کہ جب جناب
علیگڈھ تشریف لاویں تو مجھے اطلاعی والانامہ سے مشرف فرماویں (جزو دوم نمبر ۱۶۶)

آخر میں کچھ تھوڑی سی اپنی بکواس لکھوانی چاہتا ہوں۔ جسکا نام اعتقاد ولی ہے۔ اور میں اعتقاد
سے میں بجز اپنے حضرات کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے اور کسی کا معتقد نہیں
ہوں چنانچہ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ امیر شاہ اور مولوی عبد الکریم پنجابی یہ دو شخص
کسی کے معتقد نہیں اگر کوئی کہتا کہ حضرت اور آپ کے تو آپ کبھی فرماتے کہ ہاں مولوی محمد قاسم
کے سُنتے سُناتے میرا معتقد ہے اور کبھی فرماتے کہ ہاں میرا تو سچا معتقد ہے۔ پھر مکہ معظمہ جانے
کا اتفاق ہوا وہاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگا حضرت کے اکثر خدام میرے
پیچھے پڑ گئے۔ چنانچہ جب میں جاتا کسی نہ کسی اختلافی مسئلہ میں مجھ سے گفتگو چھیڑ دیتے مگر حاجی
صاحب کی مجلس میں میں کسیکو کوئی جواب نہ دیتا تھا اور یہ کہہ دیتا تھا کہ اگر تم کو گفتگو کا شوق
ہے تو حاجی صاحب کی مجلس سے الگ مجھ سے گفتگو کرو۔ پھر دیکھو کس کے ہاتھ بالا رہتا ہے
ایک روز حاجی صاحب نے ان لوگوں کو خفا ہو کر منع فرمایا اور فرمایا کہ اس سے گفتگو نہ کیا کرو
اور فرمایا کہ یہ اپنے خیالات میں پختہ ہے اور کسیکا معتقد نہیں ہے مولانا گنگوہی وغیرہ سے
سنکر میرا بھی معتقد ہے گو میں پہلے بھی ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا مگر صحبت کا اتفاق نہ ہوا تھا
اس مرتبہ جو صحبت کا اتفاق ہوا تو میں ان کا دل سے معتقد ہو گیا ایک مضمون میرے خیال میں
حدیث کا آیا ہے جسکو میں نے بجز شاہ عبد الرحیم صاحب کے کسی سے نہیں بیان کیا اور اب
جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اللھم ادر الحق مع علی حیثما دار۔ یہیں آپ نے حضرت علی کو حق کا تابع نہیں قرار دیا۔
بلکہ حق کو حضرت علی کا تابع بنایا ہے اسیطرح میرے نزدیک حضرت حاجی صاحب علی وقت تھے
اور حق ان کا تابع تھا اور اسلئے مجھے کبھی انکے کسی فعل پر اعتراض نہیں ہوا۔ تواضع ان کی ایسی
ہی تھی کہ میں نے کسی کی نہ دیکھی۔ صفائی انکے یہاں ایسے ہی تھی تصنع کا وہاں نام نہ تھا۔ یہ
بات تو ختم ہوئی (رجسٹر دوسوم نمبر ۱۶۷) اب ایک بات اور عرض کرنی چاہتا ہوں اگرچہ حبیب احمد
مجھے منع کرتا ہے کہ تو مت لکھوا مگر میں لکھواؤں گا اور اسی سے لکھواؤنگا۔ مولوی حبیب احمد
صاحب نے خود اپنے لئے یہ صیغے تجویز اسلئے کئے کہ خط انکے قلم سے لکھوایا گیا)
پہلے میں صوفیوں کو دو ورده کہا کرتا تھا اور مولویوں کا فی الجملہ معتقد تھا۔ لیکن

۱۶۷

چھتاری میں تجربہ ہوا کہ مولوی بھی وہ درود بلکہ کچھ آگے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ چھتاری میں ایک عالم مدرس تھے کسی بات پر نواب صاحب نے انکو موقوف کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد نواب صاحب کا انتقال ہو گیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد تعزیت کیواسطے پانی پت سے قاری عبدالرحمٰن صاحب اور دہلی سے مولوی عبدالرب وغیرہ امروہہ سے مولوی احمدحسن صاحب مرادآباد سے مولوی محمد حسن صاحب وغیرہ اور دیوبند سے حافظ احمد وغیرہ اور دوسرے مقامات سے اور اور حضرات جن سے ملاقات تھی تشریف لائے۔ مگر یہ مولوی صاحب نہیں آئے۔ میں نے انکے ایک دوست سے انکے نہ آنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا کہ مولوی صاحب کے ذمہ عبدالصمد خان صاحب کے ڈہائی سو روپے قرض تھے۔ اور عبدالصمد خان نے ان کا تقاضا کیا تھا۔ حتی کہ ایک بھنگی بھی تقاضے کے لئے بھیجا تھا۔ اس وجہ سے نہیں آئے۔ جب مجھے یہ واقعہ معلوم ہوا تو میں نے اسی روز عشا کی نماز کے بعد نواب عبدالصمد خان سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے انہوں نے کہا۔ کہو۔ میں نے کہا کہ مجھے ڈہائی سو روپیہ کی ضرورت ہے۔ آپ بطور ہدیہ کے مجھے یہ رقم عطا فرماویں وہ یہ سنکر متحیر ہوئے اور کہا کہ نہ تو سوال کی آپ کی عادت ہے اور نہ بظاہر آپکو کوئی ضرورت ہے آخر یہ بات کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں میں آپ سے مانگتا ہوں۔ آپ مجھے دیدیجئے۔ انھوں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے کہا تو ابھی اپنے تحویلدار کو بلاکر اس سے کہدیجئے انھوں نے اسیوقت بلاکر کہدیا کہ تحویل میں سے ڈہائی سو روپیہ خانصاحب کو دیدینا۔ میں نے کہا کہ یہ روپیہ آپ نے مجھے دیدیئے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں دیدیئے۔ اسیطرح میں نے اننے تین مرتبہ اقرار لیا۔ اوسکے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ کے ڈہائی سو روپیہ جو فلاں مولوی صاحب کے ذمہ ہیں ان کو آپ معاف کر دیجئے اور یہ روپیہ جو آپ نے مجھے دیتے ہیں ان کو آپ رہنے دیجئے اور ان کو انکے بجائے سمجھ لیجئے۔ یہ سنکر انھوں نے کچھ دیر سکوت کیا اوسکے بعد کہا کہ اچھا میں نے معاف کئے یہ واقعہ میں نے ان مولوی صاحب کے دوست سے بیان کر دیا۔ انھوں نے ان مولوی صاحب سے ذکر کیا تب وہ مولوی صاحب تعزیت کیلئے آئے۔ تقریباً ڈیڑھ مہینہ کے بعد وہ مولوی صاحب خیڈ ہو تشریف لائے اور مجھ سے اور حافظ عطاء اللہ سے کہا کہ مجھے پچاس روپیہ کی ضرورت ہے تم نواب یوسف علیخان صاحب سے مجھے قرض دلادو۔

۱۶۸

حافظ عطاء اللہ نے تو انکار کر دیا مگر مَیں نے اقرار کر لیا حافظ عطاء اللہ نے مجھ سے کہا کبھی
کہ تم مولویوں کے درمیان میں نہ پڑا کرو۔ حافظ عطاء اللہ کے انتقال کو اٹھارہ برس ہوتے
اور سولہ سال نواب یوسف علیخان کے انتقال کو ہوتے اور حافظ عطاء اللہ کے انتقال سے ایک
برس پہلے کا یہ قصہ ہے لیکن مولوی صاحب نے ابتک اوس قرض کے ادا کا نام تک نہیں لیا۔ گو
مَیں نے نواب صاحب کے انتقال کے وقت ان سے یہ قرض بھی معاف کرا دیا تھا۔ مگر اس کا
تذکرہ مَیں نے مولوی صاحب سے ابتک نہیں کیا یہ قصہ بھی ختم ہوا۔ ایک اور قصہ سناتا ہوں۔
نواب یوسف علی خان صاحب اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے بہت خرچ کرتے تھے
ایک مرتبہ انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا مصرف بتلاؤ جس میں خرچ کرنے سے
ان کو ثواب بھی ہو اور انکی روح بھی مجھ سے خوش ہو میں نے کہا کہ آپ اپنے والدین کے
محبوبوں اور دوستوں پر صرف کیا کریں اونھوں نے دریافت کیا کہ ... والد کے دوستوں
کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہوگا آپ مجھے بتلا دیجئے۔ میں نے کہا ... صاحب سے آپکے
والد کی بہت دوستی تھی۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ ... فرمایا اسکے
بعد اونھوں نے پچاس روپیہ اونکے پاس ... نواب صاحب
نے پچیس روپیہ اوسے دیدئے۔ اوسکے تین مہینے کے بعد مولوی صاحب خود تشریف لے آتے
مولوی صاحب کا اور اُنکے بیٹے کا سالانہ نواب صاحب کے در پر آنا مجھے ناگوار ہوا اور اسلئے
مَیں نے ان سے کسیقدر بیرخی برتی۔ مگر نواب صاحب نے ان کو اپنے پاس بلا کر پچیس روپیہ
دئے۔ اور کہا کہ بعض وجوہ سے اسوقت میرا ہاتھ تنگ ہے اور مَیں زیادہ خدمت کرنے سے معذور
ہوں۔ انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر ہی مَیں پچیس روپیہ آپکی خدمت میں بھیجوں گا۔ اور اگر مجھے
یاد نہ رہے تو امیر شاہ خان یاد دلادینگے۔ اسکے بعد وہ مولوی صاحب چلے گئے اُنکے جانے کے بعد
نہ تو نواب صاحب کو خیال رہا اور نہ مجھے اور اسلئے رقم موعود ان تک نہ پہونچ سکی اسپر ان مولوی
صاحب نے مجھے خط لکھا اور اس میں لکھا کہ جب میں حیدر آباد آیا تھا تو آپ مجھ سے بیرخی سے پیش
آئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میرا آنا ناگوار ہوا تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
جس رقم کا نواب صاحب نے وعدہ کیا تھا وہ آپ وصول کرکے خود رکھ گئے سو اگر یہی واقعہ ہو

تو آپ مجھے صاف لکھدیجے میں معاف کر دونگا، اور اگر یہ واقعہ نہیں ہے تو آپ نواب صاحب سے رقم موعود بھجوا دیجئے۔ میں نے نواب صاحب سے اس خط کا کچھ تذکرہ نہیں کیا اور پچیس روپیہ ان کو بھجوا دئے۔ چھ سات مہینے کے بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا اور انکے لڑکے کا بھی یہ قصہ بھی ختم ہوا۔ اس قسم کے واقعات سے مجھے جو صوفیوں کی بہ نسبت مولویوں کے ساتھ کسیقدر حسن ظن تھا اس میں خلل آگیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اب مولوی بھی وہ درود ہوگئے۔ ان واقعات سے طبع والا کو بھی تکدر ہوا ہوگا۔ اسلئے اب میں اسکی تلافی کے لئے ایک قصہ مولوی محمد یعقوب صاحب کا لکھواتا ہوں۔

(جزو چہارم نمبر ۱۶۸) مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مراد آباد تشریف لاتے تو میں اور حافظ عنایۃ اللہ چہتاری سے انکی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نواب محمود علی خان کی بیحد آرزو تھی کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یعقوب چہتاری تشریف لاویں اور وہ ہم لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ کسیطرح مولانا کو یہاں لاؤ۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب کی بیحد خواہش ہے کہ آپ ایک مرتبہ چہتاری تشریف لاویں مولانا نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے یہاں جاتا ہے نواب صاحب اسکو سو روپیہ دیتے ہیں نہیں وہ خود دیلاتے ہیں اسلئے شاید دس دس، سو دو سو روپے ہمارے بھی دیدیں۔ سو دو سو روپے ہمارے کے دن کے۔ ہم وہاں جاکر مولویت نام کو دھبہ نہ لگاوینگے۔ ۱۷۰

(جزو پنجم نمبر ۱۶۹) چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب سے ملاقات کے بھی وہ بیحد متمنی تھے مگر مولانا بھی ان سے کبھی نہیں ملے چنانچہ دو مرتبہ وہ مولانا سے میرٹھ ملنے آئے اور دو مرتبہ علی گڑھ مگر جب مولانا کو انکے آنے کا علم ہوتا مولانا شہر چھوڑ کر کسی طرف چلدیتے تھے۔ ہاں نواب صاحب سے دو باتیں کہدیں۔ ایک یہ کہ نواب صاحب غازی آباد کے اسٹیشن پر مسجد بنوا دیں اور دوسری ایک عجیب بات تھی اگر وہ ایسا کرینگے تو میں انکی پالکی کا پایہ پکڑ کر چلوں گا۔ دوسری بات کو سنکر تو نواب صاحب ہنسنے لگے۔ اور پہلی بات کی نسبت فرمایا کہ میں کوشش کر چکا ہوں مگر منظوری نہیں ہوتی۔ (جزو ششم نمبر ۱۷۰) ایک بات جو اسوقت نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ چودھری صاحب کے گھر میں بائیں چھاتی میں کوئی سمی مادہ آگیا ہے اور یہ حالت بہت عرصہ سے ہے ہر چند علاج کیا جاتا ہے مگر مرض روبہ ترقی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ مرض دوا کی حد سے نکل کر دعا کی حد میں آگیا ہے۔ جناب اپنے خاص اوقات میں انکی شفا کے لئے دعا فرماویں۔ حق بر آرد آرزوئے متقین۔ السلام

مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو سلام۔ آخر مین عرض ہے کہ جب جناب علیگڈہ تشریف لاوین تو اگر ممکن ہو تو مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو اپنے ہمراہ لیتے آوین تاکہ مین ان سے بھی مل لوں۔

(جزو مختتم نمبر ۱۷۱) آخر میں ایک قصہ مولوی محمود حسن صاحب کا لکہتا ہون. جب نواب محمود علیخان کا انتقال ہوا تو حضرات دیوبند کا ارادہ ہوا کہ وہ نواب صاحب کی تعزیت کے لئے چہتاری آئیں۔ اور انہوں نے مولوی محمود حسن صاحب پر بھی زور دیا کہ تم بھی چلو. مولوی محمود حسن نے مجھے خفیہ جوابی خط لکہا اور لکہا کہ تم اپنی اصلی رائے لکہو کہ میں آؤں یا نہ آؤں. اور لکہا کہ اسکا جواب دہلی فلاں شخص کے نام بھیجنا اور جواب مجمل لکہنا میں نے لکہدیا کہ نہ آیئے اسپر مولوی صاحب نے دستوں کی گولیاں کھائیں اور اصرار کرنے والوں سے بیماری کا عذر کر دیا۔

ضمیمہ ختم ہوا

حل مواقع ضروریہ مکتوب بالا

۱۷۱

تعلیق جزو اول

احباب و اخوان فی الدین کی ملاقات کے لئے سفر جبکہ کسی ضروری جزو دین میں خلل نہ ہو آداب اخوۃ و محبت سے ہے۔

تعلیق جزو دوم

قولہ حق ان کا تابع تھا **قول** یہ معنے نہیں کہ حق بدل جاتا تھا۔ معنے یہ ہیں کہ واقعہ کی صورت ایسی ہوجاتی ہے کہ اسکا حکم شرعی وہی ہوتا تھا جو آپ کی رائے ہوتی تھی۔

تعلیق جزو سوم

گو اس میں دو قصے ہیں مگر چونکہ ایک ہی باب کے ہیں اسلئے ان کو ایک ہی جزو قرار دیا۔

اگر اچھے تھے ہوتے تو جُدا کرنے میں فرحت مکرر ہوتی اب رنج مکرر دینے سے کیا فائدہ۔

تعلیق جزو چہارم

قولہ دہبہ نہ لگا دینگے **اقول** احقر کو معلوم ہے کہ حضرت کو اکثر تنگی رہتی تھی پھر یہ زہد کمال عظیم ہے

تعلیق جزو پنجم

قولہ پالکی کا پایہ **اقول** ان حضرات کا اتفاقات و اعراض سب اللہ ہی کیواسطے ہے۔

تعلیق جزو ششم

قولہ دعا کی حد میں **اقول** یعنی دعائے محض کی حد میں پس اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے۔

کہ دوا کی حالت میں دُعا کی نفی لازم آتی ہے۔

تعلیق جزو ہفتم

قولہ میں نے لکھدیا کہ نہ آیئے **اقول** یہ ہے تقدیم مصلحت دینیہ کی دنیویہ پر **قولہ** گویا کھالیں **اقول** کیسی لطیف تدبیر فرمائی کہ مقصود بھی حاصل کر لیا کسر قلب بھی نہیں دعویٰ زہد بھی نہیں۔ ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن + وھہنا تم جمیع ما یتعلق باملیر الروایات والحمد للہ مفیض الھدایات۔ فقط۔

عن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ حدیث رزین

چون استنان بسنن سابقین، کہ دال ست بر آثر مذکور منقول از صحابی اوثق اصادقین

موقوف ست بر تدوین سیر این جماعت عاشقین، خواہ از سلف باشند خواہ از لاحقین

لعموم العلۃ لہما وان کانت الصحابۃ المذکورین فی آخر الحدیث فیہم من السابقین، و رسالہ

امیر الروایات

فی

حبیب الحکایات

مع حاشیہ

شریف الدرایات

کہ روایت کردہ شدہ است از ثقات ناطقین، حاکی بود از احوال و اقوال طائفہ ناجیہ

از حاذقین صوفی دین، سعید حسن الخاتمین، رفقا بطالبین الموافقین۔ و وقف

للراغبین المرفقین، باہتمام محمد عثمان المفتقر الی رحمۃ الرازقین

در مجتبائی مطابع طبع کردہ شد و از کتب خانہ شریف دہلی کلاں ہم اشاعت نمودہ شد

عہ لفظ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین امیر الروایات فی حبیب الحکایات

تمت

روح نہم (اعتقاد تقدیر و عمل توکل یعنی تقدیر پر یقین لانا اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا)

اس اعتقاد اور اس عمل میں یہ فائدے ہیں (الف) کیسی ہی مصیبت یا پریشانی کا واقعہ ہو اس سے
دل مضبوط رہیگا یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالےٰ کو یہی منظور تھا اسکے خلاف ہو نہیں سکتا تھا اور وہ جب چاہیگا
اسکو دفع کر دیگا (ب) جب یہ سمجھ گیا تو اگر اُس مصیبت کے دُور ہونے میں دیر بھی لگے گی تو پریشان
اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا (ج) نیز جب یہ سمجھ گیا تو کوئی تدبیر اوس مصیبت کے دفع کرنے
کی ایسی نہ کریگا جس سے خدا تعالےٰ ناراض ہو۔ یوں سمجھے گا کہ مصیبت تو بدون خدا تعالےٰ کے
چاہے ہوئے دفع ہوگی نہیں پھر خدا تعالےٰ کو کیوں ناراض کیا (د) نیز اس سمجھنے کے بعد سب
تدبیروں کے ساتھ یہ شخص دعا میں بھی مشغول ہوگا کیونکہ یہ سمجھے گا کہ جب اوسی کے چاہنے سے یہ مصیبت
ٹل سکتی ہے تو اوسی سے عرض کرنے میں نفع کی زیادہ اُمید ہے پھر دُعا میں لگ جانے سے اللہ تعالےٰ
سے علاقہ بڑھجاویگا جو تمام راحتوں کی جڑ ہے (ہ) نیز جب ہر کام میں یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے
کرنے سے ہوتا ہے تو کسی کامیابی میں اپنی کسی تدبیر یا سمجھ پر اسکو ناز اور فخر اور دعویٰ نہ ہوگا حاصل ان
سب فائدوں کا یہ ہوا کہ یہ شخص کامیابی میں شکر کریگا اور ناکامی میں صبر کریگا اور یہی فائدے اس مسئلہ
کے اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بطور خلاصہ بتلائے ہیں۔ (لکیلا تاسوا علیٰ ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم ۲۱
الآیۃ سورہ حدید) اور اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں کہ تقدیر کا بہانہ کر کے شریعت کے موافق ضروری
تدبیر کو بھی چھوڑ دے بلکہ یہ شخص توکل اور تدبیر کو بھی نہ چھوڑے گا اور اوس میں بھی اُمید رکھے گا کہ
خدا تعالےٰ اس میں بھی اثر دے سکتا ہے اسلئے کبھی ہمت نہ ہارے گا۔ جیسے بعض لوگوں کو
یہ غلطی ہو جاتی ہے اور دین تو بڑی چیز ہے دُنیا کے ضروری کاموں میں بھی ایسی کم ہمتی کی بُرائی حدیث
میں آئی ہے چنانچہ عوف بن مالکؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ کا فیصلہ
فرمایا تو ہارنے والا کہنے لگا حسبی اللہ ونعم الوکیل (مطلب یہ کہ خدا کی مرضی میری قسمت) حضورؐ نے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو ناپسند فرماتا ہے لیکن ہوشیاری سے کام لو یعنی کوشش و تدبیر میں کمی
مت کرو پھر جب کوئی کام تمہارے قابو سے باہر ہو جائے تب کہو حسبی اللہ ونعم الوکیل (یعنی
خدا کی مرضی میری قسمت) (ابو داود) یہ مضمون توبیچ میں اس مسئلہ کے فائدے بتلانے اور غلطیوں
سے بچانے کے لئے آگیا تھا اب وہ حدیثیں لکھی جاتی ہیں جنمیں اس مسئلہ کا ذکر ہے۔

نمبر ا حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص مومن
نہ ہوگا جبتک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے اسکی بھلائی پر بھی اور اوسکی بُرائی پر بھی یہاں تک کہ یہ یقین

کرے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ
اسپر واقع ہونے والی نہ تھی (ترمذی) نمبر ۲ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے میں تجھ کو چند باتیں بتاتا ہوں اللہ تعالیٰ کا
خیال رکھو وہ تیری حفاظت فرماویگا۔ اللہ تعالےٰ کا خیال رکھ تو اسکو اپنے سامنے (یعنی قریب) پاویگا
جب تجھکو کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالےٰ سے مانگ اور جب تجھکو مدد چاہنا ہو تو اللہ تعالےٰ سے مدد چاہ۔
اور یہ یقین کرے کہ تمام گروہ اگر اس بات پر متفق ہوجاویں کہ تجھکو کسی بات سے نفع پہنچاویں تو تجھکو
ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالےٰ نے تیرے لئے لکھدی تھی اور اگر وہ سب اس
بات پر متفق ہوجاویں کہ تجھکو کسی بات سے ضرر پہنچاویں تو تجھکو ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے
جو اللہ تعالےٰ نے تیرے لئے لکھدی تھی (ترمذی) نمبر ۳ حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے تمام بندوں کی پانچ چیزوں سے فراغت فرمادی ہے انکی عمر سے اور اُسکے رزق سے اور اوسکے
عمل سے اور اُسکے دفن ہونے کی جگہ اور یہ کہ (انجام میں) سعید ہے یا شقی ہے (احمد و بزار و کبیر و اوسط)
نمبر ۴ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی ایسی چیز پر آگے
مت بڑھ جس کی نسبت تیرا یہ خیال ہو کہ میں آگے بڑھکر اسکو حاصل کرلونگا اگرچہ اللہ تعالےٰ
نے اُسکو مقدر نہ کیا ہو اور کسی ایسی چیز سے پیچھے مت ہٹ جس کی نسبت تیرا یہ خیال ہو کہ وہ میرے پیچھے
ہٹنے سے ٹلجاویگی گرچہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو مقدر کردیا ہو (کبیر و اوسط) ف یعنی یہ دونوں گمان غلط
ہیں بلکہ جو چیز مقدر نہیں وہ آگے بڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی اسلئے اس گمان سے آگے بڑھنا
بیکار اور اسیطرح جو چیز مقدر ہے وہ ہٹنے اور بچنے سے ٹل نہیں سکتی اسلئے اس گمان سے بچنا بیکار
نمبر ۵ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نفع کی چیز
کو کوشش سے حاصل کرو اور اللہ سے مدد چاہ اور ہمت مت ہار اور اگر تجھپر کوئی واقعہ پڑجاوے
تو یوں مت کہہ کہ اگر میں یوں کرتا تو ایسا ایسا ہوجاتا لیکن (ایسے وقت میں) یوں کہہ کہ اللہ تعالےٰ
نے یہی مقدر فرمایا تھا اور جو اسکو منظور ہوا اوس نے وہی کیا (مسلم) یہانتک کی حدیثیں جمع الفوائد
سے نقل کیگئی ہیں۔ ان حدیثوں میں زیادہ تقدیر کا بیان تھا آگے وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن میں
زیادہ توکل کا اور کچھہ تقدیر کا بیان ہے۔ نمبر ۶ ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے پھر (مشورہ لینے
کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالےٰ پر اعتماد (کرکے اُس کام کو کر ڈالا کیجئے)
بیشک اللہ تعالےٰ ایسے اعتماد کرنیوالوں سے (جو خدا تعالےٰ پر اعتماد رکھیں) محبت فرماتے ہیں (آل عمران)

۲۲

ف اس سے بڑھکر کیا دولت ہوگی کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والوں سے اللہ تعالےٰ کو محبت ہے۔ جس شخص سے خدا تعالےٰ کو محبت ہو اوسکی فلاح میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل کے ساتھ تدبیر کا بھی حکم ہے کیونکہ مشورہ تو تدبیر ہی کے لیے ہوتا ہے البتہ تدبیر پر بھروسہ کرنا نہ چاہیئے بلکہ تدبیر کرکے بھی بھروسہ خدا ہی پر ہونا چاہیئے **نمبر ۷** ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یہ ایسے (مخلص) لوگ ہیں کہ (بعض) لوگوں نے (جو) اُنسے (آکر) کہا کہ اون لوگوں نے (یعنی کفار مکہ نے) تمہارے (مقابلہ کے) لئے (بڑا) سامان جمع کیا ہے سو تم کو اون سے اندیشہ کرنا چاہیئے تو اس (خبر) نے اون کے (جوش) ایمان کو اور زیادہ کردیا اور (نہایت استقلال سے یہ) کہہ (کر بات کو ختم کر) دیا کہ ہم کو حق تعالےٰ (سب مہمات میں) کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے (یہی سپرد کرنا توکل ہے) پس یہ لوگ خدا تعالےٰ کے نعمت اور فضل سے (یعنی ثواب اور نفع تجارت سے) بھرے ہوئے واپس آئے۔ کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی اور وہ لوگ (اس واقعہ میں) رضائے حق کے تابع رہے (اسیکی بدولت ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے) اور اللہ تعالےٰ بڑا فضل والا ہے (آل عمران) **ف** ان آیتوں میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے جس میں صحابہ کو دُنیا اور دین دونوں کا فائدہ ہوا اللہ تعالےٰ یہ تبلاتا ہے کہ یہ دونوں دولتیں توکل کی بدولت ملیں۔ **نمبر ۸** ۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے آپ فرما دیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے (پس مالک حقیقی جو تجویز کرے بندہ کو اسپر راضی رہنا واجب ہے) اور (ہماری کیا تخصیص ہے) اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں (دوسری بات یہ فرمادیجئے) کہ (ہمارے لئے جیسی اچھی حالت بہتر ہے ایسے ہی سختی کی حالت بھی باعتبار انجام کے بہتر ہے کہ اس میں درجات بڑھتے ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں پس) تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو۔ (توبہ) **ف** اس سے ثابت ہوا کہ توکل کا اثر یہ ہے کہ اگر کوئی ناگواری بھی پیش آوے تو اُس سے بھی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ اُسکو بھی بہتری ہی سمجھتے ہیں اگر دنیا میں بھی اسکا ظہور نہ ہو تو آخرت میں ضرور ہوگا جو ہمارا اصلی گھر ہے اور وہی بھلائی ہمیشہ کام آنے والی ہے **نمبر ۹** فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (جب بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے خوف میں دیکھا تو اون سے) فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو (سوچ بچار مت کرو بلکہ) اوسپر توکل کرو اگر تم (اوسکی) اطاعت کرنے والے ہو انھوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا

۲۳

(بعد اسکے اللہ تعالےٰ سے دُعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالم لوگون کا تختہ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافرون سے نجات دے (یعنی جبتک ہم پر انکی حکومت مقدر ہے ظلم نہ کرنے پاویں اور پھر انکی حکومت ہی کے دائرہ سے نکال دیجئے) (یونس) **ف** اس سے معلوم ہوا کہ توکل کے ساتھ دعا زیادہ مفید ہوتی ہے **نمبر ۱۰**۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے جو شخص اللہ تعالےٰ پر توکل کریگا تو اللہ تعالےٰ اوسکے کام بنانے کے لئے کافی ہے (اور یہ کام بنانا عام ہے ظاہراً بھی ہو یا صرف باطناً) **ف** دیکھئے توکل پر کیسا عجیب وعدہ فرمایا ہے اور اصلاح باطناً اسوقت تو معلوم نہیں ہوتی مگر بہت جلد سمجھ میں آجاتی ہے **نمبر ۱۱**۔ حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی سعادت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو اسکے لئے مقدر فرمایا اسپر راضی رہے اور آدمی کی محرومی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ سے خیر مانگنا چھوڑ دے اور یہ بھی آدمی کی محرومی ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو اسکے لئے مقدر فرمایا اوس سے ناراض ہو (احمد و ترمذی) **نمبر ۱۲**۔ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا دل (تعلقات کے) ہر میدان میں شاخ شاخ رہتا ہے سو جس نے اپنے دل کو ہر شاخ کے پیچھے ڈال دیا اللہ تعالےٰ پروا بھی نہیں کرتا۔ وہ کسی میدان مین ہلاک ہو جاوے اور جو شخص اللہ تعالےٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالےٰ سب شاخون میں اوسکے لئے کافی ہو جاتا ہے (ابن ماجہ) **ف** یعنی اوسکو پریشانی اور مشکلین نہیں ہوتیں۔ یہ دو حدیثیں مشکوۃ مین ہیں۔ **نمبر ۱۳**۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (اپنے دل سے) اللہ تعالےٰ ہی کا ہو رہے اللہ تعالےٰ اوسکی سب ضرورتوں کی کفایت فرماتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اوسکا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص دنیا کا ہو رہے اللہ تعالےٰ اوسکو اس دُنیا ہی کے حوالہ کر دیتا ہے (ابو الشیخ) یہ حدیث ترغیب ترہیب میں ہے **نمبر ۱۴**۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ اونٹ کو باندھکر توکل کر (ترمذی) **ف**۔ یعنی توکل میں تدبیر کی ممانعت نہیں ہاتھ سے تدبیر کرے دل سے اللہ پر توکل کرے اور اس تدبیر پر بھروسہ نہ کرے **نمبر ۱۵**۔ ابو خزامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دوا اور جھاڑ پھونک کیا تقدیر کو ٹال دیتی ہے آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر ہی میں داخل ہے (ترمذی و ابن ماجہ) **ف** یعنی یہ بھی تقدیر میں ہے کہ فلاں دوا یا جھاڑ پھونک سے نفع ہو جاویگا یہ حدیث تخریج عراقی میں ہے **نتیجہ** مسلمانو۔ ان آیتوں اور حدیثوں کا سبق تو کیسی ہی دشواری پیش آوے دل تھوڑا مت کرو اور دین میں کچے مت بنو خدا تعالےٰ مدد کریگا فقط کتبہ محمد اشرف علی۔۔

۴۴

احادیث التصوف کی کسوٹی

یعنی

التشرف بمعرفت احادیث التصوف

آجکل خصوصیت سے تصوف کے بارے میں جوافراط تفریط ہو رہی ہے اسکی اصلاح میں امام العلما۔ رئیس الاتقیاء محی السنۃ طبیب الملہ سراج الملۃ حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی مدفیوضہم نے ہمیشہ خاص توجہ مبذول رکھی ہے اصول واحکام تصوف ثابت فرما کر منکرین کو انکی تعمیل پر آمادہ کیا کم ہمتون کیواسطے آسان سے آسان طریق تجویز کر کے تسہیل مادی ناقصون کو تکمیل کی طرف توجہ دلائی۔ غلو کرنے والون کو تعدیل کا امر فرمایا۔ غرض ہر شخص پر مواعظ ومضامین ملفوظات وغیرہ ہر طریقہ کے ساتھ حجت تمام کر دی جیسا کہ حضرت مولانا موصوف دام ظلہم العالی کی تصانیف سے مستفید ہونے والے حضرات پر خوب روشن ہے۔ خاصکر جن لوگون نے التکشف اور تربیۃ السالک کلید مثنوی اور مواعظ کو دیکھا ہوگا اونکے سامنے کسی کتاب کی خوبی بیان کرنیکے لئے اس سے زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ مولنا موصوف کی تصنیف ہونا ثابت کر دیا جائے۔

اسوقت یہ ایک نئی تالیف چھپی ہے اسلئے شائقین کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے علامہ موصوف نے اس مرتبہ کتاب میں تصوف سے تعلق رکھنے والی حدیثون کی تحقیق فرمائی ہے جس سے حدیثون کا صحیح ہونا معلوم ہو کر منکرین تصوف کا انکار کافی ہو جاتا ہے اور جو روایت درحقیقت حدیث نہ تھی بلکہ کسی بزرگ کا قول تھا اور غلطی سے عوام نے اسکو حدیث مشہور کر دیا ہے اسکی اصلیت ظاہر فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمادیا ہے کہ بزرگون کا یہ قول فلان دلیل شرعی سے ثابت ہے اصل کتاب عربی میں ہے۔ دوسرے کالم میں خود حضرت مولف سلمہ ہی کا ترجمہ ہے اس صورت سے ہر طبقہ کے لئے نفع عام اور تام ہو گیا ہے۔ اس نایاب ذخیرہ کو شائقین تصوف جلد از جلد منگا کر حرز جان بنائیں اور منکرین تصوف بھی ضرور اسکو ملاحظہ کر کے اپنی علمی وعملی غلطی کو زائل کریں۔ ضخامت ۱۴۷ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ۔ محصولڈاک چار آنے۔